مولف
ابوالعباد حافظ عبدالرزاق اظہر حفظہ اللہ

دار الخلود

بسم اللہ الرحمن الرحیم

معزز قارئین توجہ فرمائیں!

کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب ....

- عام قاری کے مطالعے کے لیے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد آپ لوڈ (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کی خاطر ڈاؤن لوڈ، پرنٹ، فوٹو کاپی اور الیکٹرانک ذرائع سے محض مندرجات نشرواشاعت کی مکمل اجازت ہے۔

☆ تنبیہ ☆

- کسی بھی کتاب کو تجارتی یا مادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی ممانعت ہے۔
- ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی، قانونی و شرعی جرم ہے۔

﴿اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں﴾

- نشرواشاعت، کتب کی خرید و فروخت اور کتب کے استعمال سے متعلقہ کسی بھی قسم کی معلومات کے لیے رابطہ فرمائیں۔

kitabosunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

خوشبوئے جنت سے

محروم لوگ
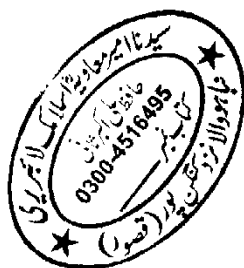
مؤلف

ابوالعبّاد حافظ عبدالرزّاق اظہر حفظہ اللہ

دارالخلو دلائن پار محلہ سلامت پورہ، کاموں کی ضلع گوجرانوالہ

0333-8257302

www.KitaboSunnat.com

نام کتاب .... خوشبوئے جنت سے محروم لوگ

مؤلف .... ابو العباد حافظ عبد الرزاق اظہر حفظہ اللہ

طبع اول .... جون 2014

کمپوزنگ و ڈیزائننگ .... سعد گرافکس 0321-4162260

0333-8257302

انتساب

اپنے پیارے والدین

کے نام

جن کی تربیت

اور

دعاؤں سے

اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ توفیق

عطا فرمائی۔

—ابوالعباد حافظ عبدالرزّاق اظہر—

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرست موضوعات

............*

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تقریظ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلَاۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَاءِ وَأَشْرَفِ الْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ أَجْمَعِیْنَ، وَمَنْ تَبِعَھُمْ بِاِحْسَانٍ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ، أَمَّا بَعْدُ!

موجودہ معاشرے میں عملی انحطاط، اخلاقی بگاڑ اور عقدی فساد کو دیکھتے ہوئے یوں محسوس ہوتا ہے جیسے ان لوگوں کا جنت میں جانے کا کوئی ارادہ ہی نہیں، اور نہ ہی کوئی خواہش ان کے قلوب وأذہان میں مچلتی ہے۔

بد اعمالیوں کی دلدل میں لوگ یوں خوشی خوشی دھنستے چلے جا رہے ہیں، جیسے اس سے بہتر مشغلہ اور کوئی نہیں ہے، اور بدعملی واخلاقی گراوٹ پر کوئی ندامت وشرمندگی چہروں پر مترشح ہو، الٹا اس چیز کو اپنے لیے باعث افتخار سمجھا جانے لگا ہے، اگر اخلاقی پستیوں کی طرف لڑکھنے کا سلسلہ مذکورہ حد تک پہنچ کر رک جاتا تو اصلاحِ نفس کی امید کی جا سکتی تھی، لیکن یہاں تو الٹی گنگا بہتی نظر آتی ہے کہ اعلیٰ اخلاق کو اپنے ماتھے کا جھومر بنانے والوں اور تقویٰ کا لباس زیب تن کرنے والوں کو رجعت پسند، آدابِ زندگی (ایٹی کیٹس) سے نابلد اور نیم پاگل سمجھا اور بنیاد پرست گردانا جانے لگا ہے۔

الغرض جو چیزیں رب ذوالجلال کے قریب کرنے والی ہیں اور اس کی جنت کے راستے پر گامزن رکھنے والی ہیں اور اس کی رحمت کا بنیادی طور پر اہل بنانے والی ہیں، موجودہ معاشرے میں وہ عیب بنا دی گئی ہیں اور وہ اُمور جو اللہ عزوجل سے دور کرنے

والے ہیں اور جنت کے راستے سے ہٹانے والے ہیں اور اس کے غضب وغصے کا مستحق بنانے والے ہیں وہ قابل عمل واتباع ٹھہرتے جارہے ہیں، ذھانت کی علامت تصور کیے جانے لگے ہیں۔

ایسے امور تو ہمارے ہاں بکثرت سرانجام دیے جاتے دکھائی دینے لگے ہیں جو جنت اور خوشبوئے جنت سے محرومی کا باعث ہیں۔

زیر نظر کتاب ''خوشبوئے جنت سے محروم لوگ'' جسے عزیزم حافظ عبدالرزاق اظہر سلمہ اللہ نے تالیف کیا ہے اور قرآن وحدیث کے واضح اور مضبوط دلائل سے اُن معاشرتی برائیوں اور کبیرہ گناہوں اور اخلاقی پستیوں کو جو حقیقت میں بندوں کو جنت کی اس خوشبو، جو چالیس برس کی مسافت سے آنا شروع ہو جائے گی سے محرومی کا حقیقی باعث ہیں یکجا کر کے بڑے عمدہ پیرائے میں قارئین اور مستفیدین کے لیے پیش کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس کتاب کو مسلمانوں کے لیے بہت زیادہ نفع وفائدہ کا سبب بنائے اور عزیزم اظہر صاحب کے لیے دنیا وآخرت میں برکتوں اور سعادتوں کا باعث بنائے۔

العبد للہ العلي الکبیر

محمد مظفر شیرازی

20-03-2014

”خوشبوئے جنت سے محروم لوگ“

ایک مردِ مومن کی مساعیِ جمیلہ

کرۂ ارض پر خدائی تقسیم یہ ہے کہ ایک گروہ مسلمانوں کا ہے اور دوسرا غیر مسلموں کا۔ دونوں اپنے اپنے نظریات کا پرچار کرنے میں سر دھڑ کی بازی لگا رہے ہیں، اول الذکر گروہ باہمی اختلافات اور غیر منظم ہونے کے باعث متاثر کن کردار ادا نہیں کر سکا، جب کہ مؤخر الذکر خواہشاتِ نفس کو مدّنظر رکھتے ہوئے شر کو سائنسی انداز میں ضمنی بنیادوں پر آگے بڑھا رہا ہے۔

گلوبل لیول پر سرمایہ دارانہ اور اشتراکی نظام کے علمبرداروں نے آزادیٔ نسواں اور آزادیٔ اظہارِ رائے کے نام پر دنیا کو فحاشی کی دلدل میں دھکیل دیا جس سے نکلنے کا راستہ نہیں مل رہا ہے، بدقسمتی کی بات یہ ہے کہ ارادی یا غیر ارادہ (دلوں کے بھید سے اللہ تعالیٰ واقف ہے) طور پر ہمارا اپنا الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا فحاشی اور بے حیائی پھیلانے میں غیر مسلموں سے پیچھے نہیں ہے، مثلاً بناؤ سنگھار کی اشیاء شیمپو، ملبوسات کی تشہیر کے لیے شر کے جذبات کو اُبھارنے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتا، اسی طرح ثقافت کے نام پر فلموں، ڈراموں، ناچ گانے کی مخلوط محفلوں کا انعقاد کر کے مسلم نوجوانوں کو دین سے بیگانہ کر رہا ہے۔

الغرض جدھر بھی نگاہ دوڑائیں اللہ کے دین کی اساس کو غیروں کے علاوہ اپنے بھی ناقابلِ تلافی نقصان پہنچا رہے ہیں۔ فکری انتشار کے اس ماحول میں علماء دین کا فرض ہے

کہ وہ آگے بڑھ کر بالعموم تمام لوگوں کو اور خصوصاً مسلم نوجوانوں کو دین حنیف کی طرف راغب کریں۔

اسی ذمہ داری کو محسوس کرتے ہوئے حافظ عبدالرزاق اظہر صاحب نے کتاب ھٰذا (خوشبوئے جنت سے محروم لوگ) تحریر فرمائی ہے، اس کتاب میں اُن تمام عوامل کی نشاندہی کی ہے جو عوام کے ذہنوں کو پراگندہ کر کے معاشرے کا امن برباد کر رہے ہیں، ان کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے:

* ......عریانیت اور فحاشی کی تشہیر۔
* ......عدالتوں میں مقدمات کی بھر مار۔ جھوٹے گواہوں کی ارزاں نرخوں پر دستیابی اور چابکدست وکلاء کی معاونت۔
* ......گواہی کو چھپانا۔
* ......خلع اور طلاق کا مسئلہ۔
* ......ذمیوں کا قتل۔
* ......صنعتی کارکنوں اور دیگر اداروں کے ملازمین بشمولِ گھریلو ملازمین کا استحصال۔

اگر گھروں میں والدین، سکول، کالجوں، یونیورسٹیوں میں اساتذہ اور مساجد و مدارس میں خطیب صاحبان خلوص دل سے بچوں اور بڑوں کو اللہ کے دین کی طرف راغب کریں تو معاشرے کا امن بحال ہو جائے گا۔

بات مختصر کرنے کے لیے یہ کہوں گا کہ مذکورہ بالا حضرات اپنی تقاریر کا موضوع گزشتہ ذکر کیے گئے مسائل کو بنائیں اور عوام الناس کو یقین دلائیں کہ ان مضامین کے زمرے میں آنے والوں کو جنت کی خوشبو بھی نصیب نہیں ہوگی، چہ جائیکہ جنت میں داخل ہونے کا سوچا جائے۔

آخری نمبر پر ذکر گئے موضوع کے زمرے میں آنے والوں کو ہوش کے ناخن لینے

چاہئیں، کیونکہ حدیث قدسی کے مطابق قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اُن لوگوں سے خود بحث فرمائیں گے جنھوں نے مزدور سے کام زیادہ لیا اور اُجرت کم دی۔

ایک اور حدیث نبوی ﷺ کے مطابق جس شخص نے کسی کو بھوکا جان کر بھی اُس کو کھانا نہ کھلایا اُس امیر شخص کے دوزخ میں جانے کی وجوہات میں اس کا یہ عمل بھی شامل ہوگا۔

الحمد للہ حافظ عبدالرزاق اظہر صاحب نے اپنی تحریر میں قرآن وحدیث کی روشنی میں اُن تمام مسائل کا احاطہ کیا ہے جو معاشرے کے بگاڑ اور اس کی تباہی کے ذمہ دار ہیں، نیز انھوں نے نہایت مؤثر انداز میں عوام الناس کو اللہ کے عذاب سے ڈرانے اور دین محمدی کی طرف راغب ہونے کی دعوت دی ہے۔

میری دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اِن کی مساعی جمیلہ کو قبول فرمائے اور اُن کو دین اسلام کی مزید خدمت کا موقع عطا فرمائے، آمین۔

خیر اندیش

پرنسپل (ریٹائرڈ) محمد یٰسین

ایف۔جی۔ بوائز پبلک سکول

سیالکوٹ کینٹ

مقدمہ

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ، وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى نَبِيِّهِ الْاَمِيْنِ نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ ﷺ وَعَلٰى آلِهٖ وَأَصْحَابِهٖ وَالتَّابِعِيْنَ لَهُمْ بِاِحْسَانٍ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ، أَمَّا بَعْدُ! فَقَدْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى فِيْ كَلَامِهِ الْمَجِيْدِ:

﴿الَّذِيْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْغَفُوْرُ ۝﴾[1]

"وہ ذات جس نے موت وحیات کا نظام بنایا، تاکہ آزمائے تم میں سے نیک اور اچھے اعمال کون کر کے آتا ہے، وہ غالب آنے والی اور گناہوں کو معاف کرنے والی ذات ہے۔"

رب کائنات نے موت وحیات کا مکمل سلسلہ انسان کے امتحان اور اس کی آزمائش کے لیے بنایا ہے، تاکہ کھرا اور کھوٹا، اچھا اور برا، نیک اور بد، طیّب اور خبیث الگ الگ ہو جائیں، قرآنِ کریم نے جہاں بھی ایمان کا تذکرہ کیا ہے وہاں ساتھ ہی اعمالِ صالحہ کو معلق کر دیا ہے، کامیابی وکامرانی کے لیے ایمان اور اعمالِ صالحہ دونوں کا ہونا ضروری ہے یہ ایک دوسرے کے لیے لازم وملزوم اور جزو لاینفک کی حیثیت رکھتے ہیں اور اللہ ذو الجلال والاکرام نے اعمالِ صالحہ کی بنیاد پر اپنی رضا مندی اور خوشنودی کے سرٹیفکیٹ تھمانے کے مضبوط اور پختہ وعدے فرمائے ہیں، جہاں خالق ارض وسماء نے اعمالِ صالحہ کے بدلہ میں ناز ونعم، سہولتوں، آسانیوں اور راحتوں کے وعدے فرمائے ہیں وہاں نافرمانیوں اور معصیتوں کا ارتکاب کرنے والوں کو وعید شدید اور عذابِ الیم سے دوچار کرنے کے سخت کلمات سنائے ہیں، اقبال نے کہا تھا ؎

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

---

[1] سورۃ الملک:2

بداعمالیوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے مختلف عذابوں کی وعیدیں سنائی ہیں۔

زیر نظر کتاب میں راقم الحروف نے ایسے اعمال کا تذکرہ کیا ہے جن کے مرتکب شخص کو محمد رسول اللہ ﷺ نے وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ والی زبان نبوت سے یہ وعید سنائی ہے کہ وہ جنت میں جانا تو بہت دور کی بات ہے جنت کی خوشبو بھی نہیں پا سکے گا، کیونکہ ان اعمال کے مرتکب پر اللہ تعالیٰ بہت غصے ہوتے ہیں اور ایسے اعمال کرنے والے اس کے غیض وغضب اور قہر کو دعوت دیتے ہیں اور اس مالک کائنات کے غصے کا عالم یہ ہے:

﴿إِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيدٌ﴾۔ [1]

''یقیناً تیرے رب کی پکڑ بڑی سخت ہے۔''

کائنات کی کوئی طاقت اس کے عذابوں کے سامنے دم مار سکتی ہے نہ بندھ باندھ سکتی ہے۔کتب احادیث کی ورق گردانی کریں تو جنت کی خوشبو کے بارے میں مختلف روایات ملتی ہیں، ایک حدیث کے الفاظ ہیں:

«إِنَّ رِيحَهَا لَيُوجَدُ مِنْ مَسِيرَةِ سَبْعِينَ عَامًا»۔ [2]

''جنت کی خوشبو ستر سال کی مسافت سے آنا شروع ہو جائے گی۔''

دوسری روایت کے الفاظ:

«رِيحُ الْجَنَّةِ تُوجَدُ مِنْ مَسِيرَةِ مِائَةِ عَامٍ»۔ [3]

''جنت کی خوشبو ایک سو سال کی مسافت اور دوری سے آنا شروع ہو جائے گی۔''

تیسری روایت کے الفاظ:

«إِنَّ رِيحَهَا لَيُوجَدُ مِنْ مَسِيرَةِ خَمْسَ مِائَةِ عَامٍ»۔ [4]

''مومنوں کو جنت کی خوشبو پانچ سو سال دور سے آنا شروع ہو جائے گی۔''

---

[1] سورۃ البروج:12

[2] ترغیب وترھیب:319/2

[3] سلسلة صحيحة:2356

[4] ترغیب وترھیب:3692

روایات کے الفاظ مختلف ہیں، واللہ اعلم بالصواب، ان روایات کے درمیان تطبیق یوں ہوگی کہ جس شخص میں جتنا ایمان زیادہ اور مضبوط ہوگا اتنی ہی جلدی اس کو جنت کی خوشبو آنا شروع ہو جائے گی، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں پانچ سو سال کی مسافت سے جنت کی خوشبو نصیب فرمائے، آمین۔

قارئین کرام! اس کتاب میں ہم نے ان اعمال کا اختصار کے ساتھ تذکرہ کر دیا ہے جن اعمال کے مرتکب آدمی کو اتنی دوری اور بُعد سے اللہ تعالیٰ کی جہنم کا ایندھن بنا دیا جائے گا، تا کہ اس کتاب کا قاری ان اعمال سے بچ سکے جن کے ارتکاب پر اللہ تعالیٰ اتنی مضبوط اور سخت گرفت کرتے ہیں کہ وہ آدمی جنت کی خوشبو سے بھی محروم کر دیا جاتا ہے۔

قارئین کی سہولت کے لیے کتاب کے آخر میں اس موضوع کے متعلق موضوع اور ضعیف روایات کو ترجمہ سمیت درج کر کے ان کی نشان دہی کر دی گئی ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ رب کائنات ہماری اس چھوٹی سی کوشش و کاوش کو اپنے دربار میں شرفِ قبولیت سے نوازتے ہوئے اس کتاب کو میرے لیے، میرے والدین، اساتذہ، میرے معاونین، خصوصاً فضیلۃ الشیخ محمد مظفر الشیرازی حفظہ اللہ، فضیلۃ الشیخ ذکاء اللہ الزاھد حفظہ اللہ، فضیلۃ الشیخ عبدالقہار محسن حفظہ اللہ اور اسی طرح حافظ محمد مزمل محمدی، حافظ ابوبکر اور اس کی کمپوزنگ کے فرائض سرانجام دینے والے میرے بڑے ہی محترم بھائی حافظ عبدالوھاب حفظہ اللہ کے لیے توشۂ آخرت اور نجات کا باعث بنائے اور قارئین کو اس کتاب سے زیادہ سے زیادہ استفادہ کی توفیق عطا فرمائے، آمین ثم آمین۔

راقم الحروف

ابوالعباد حافظ عبدالرزاق اظہر

مدرس امام بخاری یونیورسٹی موترہ، سیالکوٹ

خطیب جامع مسجد مکی اہل حدیث کاموںکی ضلع گوجرانوالہ

2014/2/4

بغیر شرعی عذر کے خلع طلب کرنے والی عورت

اللہ تعالیٰ کی نعمتوں والی جنت جو اس خالق ومالک نے اپنے محبوب اور پیارے بندوں کے لیے بطور انعام تیار کی ہے، جس کی خوشبو کو مومن ومسلمان کئی سو سال کی مسافت سے محسوس کرے گا، لیکن کچھ اعمال ایسے ہیں جن کا ارتکاب کرنے والے شخص پر اللہ تعالیٰ کو اتنا غصہ آتا ہے کہ ان کو جنت کی خوشبو سے بھی محروم کر دیا جائے گا۔

ان لوگوں میں ایک وہ بدنصیب عورت بھی شامل ہے جو اپنے شوہر سے بغیر کسی شرعی عذر کے طلاق کا مطالبہ کرتی ہے، جیسا کہ سنن أبی داود اور دیگر حدیث کی کتابوں میں رسول اللہ ﷺ کا فرمانِ گرامی موجود ہے:

«اَيُّمَا امْرَأَةٍ سَأَلَتْ زَوْجَهَا الطَّلَاقَ مِنْ غَيْرِ مَا بَأْسٍ فَحَرَامٌ عَلَيْهَا رَائِحَةُ الْجَنَّةِ»۔ [1]

”جس عورت نے بغیر شرعی عذر کے اپنے شوہر سے طلاق کا مطالبہ کیا اس پر جنت کی خوشبو حرام کر دی گئی ہے۔“

بغیر شرعی عذر کے اگر عورت اپنے شوہر سے یہ مطالبہ کرتی ہے تو شریعت اسلامیہ نے ایسی عورت کو انتہائی بری نظر سے دیکھا ہے۔

کیا خلع عورت کا حق نہیں؟

شریعت اسلامیہ نے جہاں مرد کو یہ حق دیا ہے کہ اگر اس عورت سے جس کے ساتھ اس نے نکاح کیا ہے نبھا نہیں ہوتا، شرعی حدود کے مطابق زندگی نہیں گزار سکتا تو اس کو حق

---

[1] سنن أبی داود، کتاب الطلاق، باب فی الخلع: 2228

حاصل ہے کہ وہ اس عورت کو طلاق دے کر اپنی خلاصی کروا سکتا ہے۔

اور اسی طرح اللہ تعالیٰ نے عورت کو بھی یہ حق دیا ہے کہ اگر اس کے پاس کوئی شرعی عذر موجود ہے وہ یہ سمجھتی ہے کہ میں اس کے ساتھ رہ کر حدود اللہ کے مطابق زندگی نہیں گزار سکتی یا وہ اس کو ناپسند کرتی ہے، یا وہ اس کے حقوق ادا نہیں کرسکتا تو عورت کو شرعی طور پر حق حاصل ہے کہ وہ اس آدمی سے خلع کا مطالبہ کرسکتی ہے، جیسا کہ مسند احمد اور دیگر حدیث کی کتابوں میں واقعہ آتا ہے، حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کی بیوی حبیبہ بنت سہل رضی اللہ عنہا جو ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کو سخت ناپسند کرتی تھی کیونکہ وہ خوبصورت آدمی نہیں تھے، تو وہ عورت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور آکر کہتی ہے:

يَا رَسُولَ اللهِ، إِنِّي لَا أَرَاهُ فَلَوْلَا مَخَافَةُ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ لَبَزَقْتُ فِي وَجْهِهِ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «أَتَرُدِّينَ عَلَيْهِ حَدِيقَتَهُ الَّتِي أَصْدَقَكِ؟» قَالَتْ: نَعَمْ، فَأَرْسَلَ إِلَيْهِ فَرَدَّتْ عَلَيْهِ حَدِيقَتَهُ، وَفَرَّقَ بَيْنَهُمَا، قَالَ: فَكَانَ ذٰلِكَ أَوَّلَ خُلْعٍ كَانَ فِي الْإِسْلَامِ۔[1]

''اے اللہ کے رسول! میں اپنے شوہر کو سخت ناپسند کرتی ہوں، اگر مجھے اللہ کا ڈر اور خوف نہ ہوتا تو میں اس کے چہرے پر تھوک دیتی، لہٰذا میں اس کے پاس نہیں رہ سکتی، میرا گزارہ نہیں ہے، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کیا تو اس کا وہ باغ واپس کرسکتی ہے جو اس نے تجھے حق مہر میں دیا تھا؟۔'' تو اس نے کہا: ہاں، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں وہ واپس کرسکتی ہوں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو باغ واپس کرنے کا حکم دیا، جب اس نے واپس کیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کے درمیان جدائی کا فیصلہ صادر فرما دیا اور یہ اسلام کے نظام میں

[1] مسند أحمد: 3/7؛ مجمع الزوائد: 13/5؛ صحیح بخاری، کتاب الطلاق، باب الخلع: 5/2022:

4973

سب سے پہلا خلع ہوا تھا۔‘‘

اس لیے خلع عورت کا حق ضرور ہے، مگر شرعی عذر کی بنیاد پر اگر کوئی شرعی اور جائز عذر کے بغیر عورت خلع مانگتی ہے تو اللہ تعالیٰ کی جنت کی خوشبو سے محروم ہو جائے گی۔

اور اسی طرح دوسری حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے بغیر شرعی عذر کے خلع طلب کرنے والی عورت کو منافقہ قرار دیا ہے۔

ثوبان رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے بیان فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«اِنَّ الْمُخْتَلِعَاتِ هُنَّ الْمُنَافِقَاتُ»۔[1]

’’بے شک خلع طلب کرنے والی عورتیں، یہی تو خالص منافقات ہوتی ہیں۔‘‘

رسول اللہ ﷺ نے خلع طلب کرنے والی عورت کو اس قدر وعید شدید سنائی ہے اور عورت جب خلع لیتی ہے تو وہ خاندان کے سارے نظام کو تباہ و برباد کر دیتی ہے اور اگر اس کے بطن سے کچھ اولاد ہو تو وہ اولاد پوری زندگی محرومیوں اور پریشانیوں کا شکار ہو جاتی ہے اور اس کی اپنی زندگی بھی بسا اوقات پریشانیوں کی آماجگاہ بن جاتی ہے اور ایسی عورت اللہ تعالیٰ کو سخت ناپسند ہے۔

اے میری پیاری بہن! تو اپنے شوہر کے لیے بہترین بیوی بن جا، اس کی پریشانیوں اور مصائب و آلام کا مداوا بن جا، اس کی زندگی کی ایسی بہار بن جا کہ تجھے دیکھ کر اس کی ساری تھکاوٹیں اور پریشانیاں دور ہو جائیں اور وہ ہر وقت تجھے دیکھنے کا شوقین رہے اور اس کی اطاعت اور فرماں برداری میں زندگی گزار تو اپنے خالق و مالک کی پسندیدہ اور محبوب بندی بن جائے گی اور شیطان لعین سے اپنے دامن کو بچا کر رکھ، کیونکہ اس کی بھرپور کوشش ہے کہ وہ آپ کے اور آپ کے شوہر کے درمیان حائل ہو جائے اور آپ دونوں کو جنت نعیم میں اکٹھا ہونے سے محروم کر دے۔

---

[1] شعب الایمان: 4/5503

میاں بیوی کی جدائی پر شیطان کی حالت:

جب مرد اور عورت کے درمیان جدائی اور فراق ہوتا ہے، مرد طلاق دے یا عورت بغیر شرعی عذر کے خلع لے تو شیطان کو انتہائی زیادہ خوشی ہوتی ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«إِنَّ إِبْلِيسَ يَضَعُ عَرْشَهُ عَلَى الْمَآءِ، ثُمَّ يَبْعَثُ سَرَايَاهُ، فَأَدْنَاهُمْ مِنْهُ مَنْزِلَةً أَعْظَمُهُمْ فِتْنَةً، يَجِيْءُ أَحَدُهُمْ فَيَقُوْلُ: فَعَلْتُ كَذَا وَكَذَا، فَيَقُوْلُ: مَا صَنَعْتَ شَيْئًا، قَالَ ثُمَّ يَجِيْءُ أَحَدُهُمْ فَيَقُوْلُ: مَا تَرَكْتُهُ حَتّٰى فَرَّقْتُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ امْرَأَتِهِ، قَالَ: فَيُدْنِيْهِ مِنْهُ وَيَقُوْلُ: نِعْمَ أَنْتَ»۔ قَالَ الْأَعْمَشُ: أُرَاهُ قَالَ: «فَيَلْتَزِمُهُ»۔ [1]

"ابلیس اپنا تخت پانی پر رکھتا ہے بعد ازاں وہ اپنے لشکروں کو بھیجتا ہے تاکہ وہ لوگوں کو گمراہ کریں اس کے نزدیک اس شیطان کا مرتبہ زیادہ ہوتا ہے جو سب سے زیادہ فتنہ پرور ہوتا ہے، ایک شیطان ابلیس کے پاس آتا ہے اس کو آکر اطلاع دیتا ہے کہ میں نے آج فلاں فلاں کام کیا ہے تو ابلیس اس کی بات سن کر کہتا ہے کہ تو نے کچھ بھی نہیں کیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پھر اس کے بعد ایک اور شیطان اس کے پاس آتا ہے، اس کو اطلاع دیتا ہے کہ میں نے فلاں انسان اور اس کی بیوی کے درمیان اختلاف ڈال دیا ہے ان کے درمیان جدائی کروا دی ہے تو رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: ابلیس اس کو اپنے قریب کرتا ہے اس کو شاباش کہتا ہے اور اس کی مدح کرتے ہوئے کہتا ہے کہ تو بہت اچھا ہے۔"

اعمش راوی بیان کرتے ہیں: میرا خیال ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "ابلیس اپنے شیطان ساتھی کے ساتھ معانقہ کرتا ہے۔"

اس لیے خاوند بیوی کے درمیان جدائی ڈلوانے والا شخص شیطان ہے اور جو لوگ بھی

---

[1] صحیح مسلم، کتاب صفة القیامة والجنة والنار، باب تحریش الشیطان: 7284:138/8

ایسا کردار ادا کرتے ہیں وہ انتہائی بڑے گناہ کا ارتکاب کرتے ہیں اور بہت بڑی لعنت کو وہ اپنے گلے کا طوق بنا لیتے ہیں اور جو لوگ بیوی کو اس کے شوہر کے خلاف بھڑکاتے ہیں اور ایسی باتیں کرتے ہیں جن سے میاں بیوی کے درمیان نفرت کے شعلے اٹھتے ہیں، حتی کہ معاملہ یہاں تک پہنچ جاتا ہے وہ دونوں ایک دوسرے سے اس قدر نفرت کرتے ہیں کہ عورت اپنے میاں کے گھر میں ایک رات گزارنا گوارہ نہیں کرتی اور اپنے شوہر سے خلع مانگ لیتی ہے ایسا کردار ادا کرنے والوں کے لیے محمد رسول اللہ ﷺ کا فرمانِ گرامی ہے:

«لَيْسَ مِنَّا مَنْ خَبَّبَ امْرَأَةً عَلَى زَوْجِهَا»۔[1]

''جس شخص نے کسی بھی عورت کو اس کے خاوند کے خلاف ابھارا، برانگیختہ کیا اور ایسا کردار ادا کیا جو دونوں میاں بیوی کے درمیان اختلافات کا باعث اور ذریعہ بن جائے اس کا محمد ﷺ کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے اور وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے۔''

یعنی رسول اللہ ﷺ کو ایسے انسان پر اس قدر غصہ ہے کہ آپ نے ایسا کردار ادا کرنے والوں سے براءت کا اظہار فرمایا ہے اور ان جدائیوں اور خلع میں بے پردگی کا جو کردار ہے وہ بھی صرفِ نظر نہیں کیا جا سکتا، آج کل ہمارے معاشرے میں خلع لینے والا سلسلہ عام ہو چکا ہے، آئے دن اخبارات پر ایسی خبریں آتی رہتی ہیں کہ جائنٹ فیملی تھی، گھر کے اندر بھاوَج تھی، پردہ وغیرہ کا اہتمام نہیں ہوتا رہا، آخر کار عورت نے اپنے شوہر سے خلع کا مطالبہ کر لیا ہے اور اسی طرح جو لوگ اپنی عورتوں کو چھوڑ کر بیرون ممالک کئی کئی سال کے لیے چلے جاتے ہیں ان لوگوں کی عورتیں بھی تنگ آ کر اور پریشان ہو کر خلع کا مطالبہ کر لیتی ہیں، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے اللہ تعالیٰ ہمیں ان پریشانیوں سے محفوظ فرمائے اور ہمیں اپنی اصلاح کی توفیق نصیب فرمائے، آمین۔

---

[1] شعب الإيمان: 4/367: 5433؛ سلسلة صحيحة: 1/24

آنکھوں پر جھوٹ باندھنے والے

وہ لوگ جن کو جنت کی خوشبو سے بھی محروم کر دیا جائے گا ان لوگوں میں سے تین وہ ہیں جن کا تذکرہ رحمت کائنات نے اپنی اس حدیث میں کیا ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«مَنْ كَذَبَ عَلَى عَيْنَيْهِ أَوْ عَلَى نَبِيِّهِ أَوْ عَلَى وَالِدَيْهِ لَمْ يَرِحْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ»۔[1]

”جس شخص نے اپنی آنکھوں پر جھوٹ بولا یا اپنے نبی پر جھوٹ باندھا یا اپنے والدین کے بارے میں جھوٹ بولا وہ شخص اللہ کی جنت میں جانا تو دور کی بات ہے جنت کی خوشبو بھی نہیں پا سکے گا۔“

آنکھوں پر جھوٹ کی وضاحت:

آنکھوں پر جھوٹ باندھنے کی مختلف صورتیں ہیں:

ایک صورت یہ ہے کہ انسان کوئی جرم ہوتا دیکھتا ہے پورے جرم کا مشاہدہ اور ہوتے ہوئے معائنہ کرتا رہا، لیکن جب اس سے بطورِ گواہ پوچھا جائے تو وہ جھوٹ بول دے کہ مجھے تو علم ہی نہیں، میں نے دیکھا ہی نہیں ہے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ کسی شخص نے جرم اور گناہ کا ارتکاب کیا جب اس کا یہ جرم لوگوں کے سامنے واضح ہوتا ہے تو وہ اپنی ساکھ کو بحال رکھنے کے لیے اور اپنی صفائی دلوانے کے لیے کچھ لوگ جو اس کے خریدے ہوئے ہوتے ہیں یا کوئی قرابت داری کی بنا

---

[1] المعجم الکبیر للطبرانی، 595:217/1

پر وہ لوگ اس کی صفائی پیش کرتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ یہ آدمی اس گناہ یا جرم کا مرتکب نہیں ہے، حالانکہ وہ شخص اس جرم کا ارتکاب کرنے والا ہے، اس لحاظ سے اس آدمی نے بھی اپنی آنکھوں پر جھوٹ بولا ہے۔

یا کوئی ایسا عمل جو اس نے نہیں کیا دوسرا آدمی کہتا ہے کہ میں نے اس کو یہ کام کرتے ہوئے دیکھا ہے حالانکہ اس نے دیکھا نہیں ہوتا تو یہ بھی آنکھوں پر جھوٹ بولنے کی ایک صورت ہے۔

جھوٹی گواہی ایک سنگین جرم:

ہمارا معاشرہ اس قدر بے راہ روی کا شکار ہے اور جرائم پیشہ لوگ اس قدر دیدہ دلیری سے جرائم کا ارتکاب کر رہے ہیں کہ ان کو کسی طرح کا کوئی خوف وخطرہ ہی لاحق نہیں، کیونکہ مجرموں کے دماغوں میں یہ بات پیوست ہو چکی ہے کہ بڑے سے بڑا تو یہی ہوگا کہ عدالت تھانے اور کچہری میں ہمارے خلاف کوئی مقدمہ بن جائے گا تو کوئی بات نہیں رشوت چلتی ہے اگر یہ بھی نہ ہوا تو عدالتوں کے اندر کرائے کے گواہ بے شمار موجود ہیں چار ٹکے دے کر جھوٹے گواہ خرید کر بری ہو جائیں گے، دنیا کے مال کے نشہ میں آج مسلمان اپنے ایمان ودین کا سودا کر بیٹھا ہے، جب کہ جھوٹی گواہی دینے کو رب العزت نے کس قدر ناپسند فرمایا، بلکہ قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ نے شرک اور بت پرستی کے ساتھ اس کا تذکرہ کر کے اس بات سے آگاہ کر دیا ہے کہ جھوٹی گواہی اور اللہ کے ساتھ شرک یہ دونوں گناہ قریب قریب ہیں، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْأَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوا قَوْلَ الزُّوْرِ﴾۔ [1]

''پس تمہیں بتوں کی گندگی سے بچتے رہنا اور جھوٹی بات سے پرہیز کرنا چاہیے۔''

---

[1] سورۃ الحج:30

اور امام کائنات ﷺ نے اپنی زبانِ نبوت سے جھوٹی گواہی کی سنگینی کو یوں بیان فرمایا ہے، سنن ترمذی ابواب الشهادات کی روایت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«عُدِلَتْ شَهَادَةُ الزُّوْرِ بِالشِّرْكِ بِاللّٰهِ» ۔[1]

''جھوٹی گواہی اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنے کے برابر ہے۔''

جب یہ اتنا بڑا جرم ہے تو پھر آج لوگ اتنی دیدہ دلیری سے جھوٹی گواہیاں کیوں دے رہے ہیں کاش ان لوگوں کے دلوں میں اللہ کا ڈر اور خوف پیدا ہو جائے اور یہ لوگ کذب بیانیوں اور جھوٹی گواہیوں سے تائب ہو جائیں۔

جھوٹی گواہی اکبر الکبائر میں سے ہے:

نبی کائنات جناب محمد رسول اللہ ﷺ نے گناہوں میں سے سب سے بڑے گناہوں کی فہرست میں جھوٹی گواہی دینے کو بھی شامل فرمایا ہے، جیسا کہ صحیح بخاری ابواب الشهادات کی روایت ہے سیدنا ابی بکرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے میرے صحابہ!

«اَلَا أُنَبِّئُكُمْ بِأَكْبَرِ الْكَبَآئِرِ؟» قُلْنَا بَلٰى يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! قَالَ: «اَلْاِشْرَاكُ بِاللّٰهِ وَعُقُوْقُ الْوَالِدَيْنِ ۔ وَجَلَسَ وَكَانَ مُتَّكِئًا ۔ أَلَا وَقَوْلُ الزُّوْرِ» قَالَ فَمَا زَالَ يُكَرِّرُهَا حَتّٰى قُلْنَا لَيْتَهُ سَكَتَ ۔[2]

''کیا میں تمہیں سب سے بڑا گناہ نہ بتلاؤں؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی ہاں یا رسول اللہ ﷺ! ضرور بتلایئے، آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ کے ساتھ شرک اور والدین کی نافرمانی، آپ ﷺ نے ٹیک لگائی ہوئی تھی تو آپ بیٹھ

[1] سنن ترمذی، أبواب الشهادات، باب ماجاء فی شهادة الزور: 2300/4

[2] صحیح بخاری، کتاب الشهادات، باب ما قیل فی شهادة الزور: 2634؛ صحیح مسلم، کتاب الإیمان، باب الکبائر: 259

گئے اور کہا جھوٹی شہادت یا جھوٹی بات آپ ﷺ اسی بات کو بار بار دہراتے رہے یہاں تک کہ ہم نے کہا: کاش آپ خاموش ہو جائیں۔" (نبی کریم ﷺ کا بار بار ان الفاظ کو دہرانا اس بات کی طرف غمازی کرتا ہے کہ یہ انتہائی ہلاکت خیز اور انسان کی آخرت کو تباہ و برباد کر دینے والا جرم ہے۔)

جھوٹی گواہی دینے والے پر جہنم واجب ہو چکی ہے:

جو شخص جھوٹی قسم اٹھاتا ہے یا وہ ایسی جھوٹی گواہی دیتا ہے جس کی وجہ سے کسی دوسرے کا حق تلف ہو جاتا ہے، ایسے بدنصیب شخص کے لیے نبی رحمت علیہ السلام نے جہنم کے واجب ہو جانے کی وعید سنائی ہے جیسا کہ مؤطا امام مالک اور طبرانی کی روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«مَنِ اقْتَطَعَ حَقَّ امْرِئٍ مُّسْلِمٍ بِيَمِينِهِ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَأَوْجَبَ لَهُ النَّارَ» قَالُوا وَإِنْ كَانَ شَيْئًا يَسِيرًا يَا رَسُولَ اللّٰهِ؟ قَالَ: «وَإِنْ كَانَ قَضِيبًا مِنْ أَرَاكٍ وَإِنْ كَانَ قَضِيبًا مِنْ أَرَاكٍ وَإِنْ كَانَ قَضِيبًا مِنْ أَرَاكٍ» قَالَهَا ثَلَاثَ مَرَّاتٍ۔[1]

"جس نے کسی مسلمان کا حق قسم یا گواہی کے ساتھ ختم کر دیا، اللہ تعالیٰ نے اس بدنصیب پر جنت حرام قرار دے دی ہے اور اس پر جہنم کی آگ کو واجب قرار دے دیا ہے۔" صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے خائف ہو کر اور ورطہ حیرت میں سوال کیا یا رسول اللہ! اگر تھوڑی سی چیز بھی ہو تب بھی اس کی یہی سزا ہے؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اگر پیلو کے درخت کی ایک ٹہنی بھی ہو، اگر پیلو کے درخت کی ٹہنی جتنا بھی کسی کا حق غصب کیا تو اس پر جہنم واجب ہو چکی ہے۔" نبی ﷺ نے تین مرتبہ یہ الفاظ دوہرائے۔

[1] مؤطا امام مالک: 727/8، کتاب الأقضیة، باب ما جاء في الحث علی... رسول اللہ ﷺ: 1409

اگر آج ہم اپنے معاشرے پر نظر دوڑاتے ہیں، دیکھتے ہیں جہاں پر اور بڑے بڑے جرم نظر آتے ہیں وہاں جھوٹی گواہیاں دے کر بھائیوں کے حقوق پر شب خون مارتے، ان کے حقوق پر ڈاکے ڈالتے ہیں، بس ان بھائیوں سے التماس ہے بھائیو! اگر اللہ کی جنت سے محروم ہونا چاہتے ہو، اللہ کی جہنم کے شراروں میں ایذائیں اور تکالیف جھیلنا چاہتے ہو اور اپنی اخروی زندگی کو تباہ و برباد کرنا چاہتے ہو، اگر اللہ کی جہنم کے طرح طرح کے عذابوں کو برداشت کر لو گے تو پھر جھوٹی گواہیوں سے لوگوں کے حقوق چھین لو، اپنی من مانی کی زندگی گزار لو اور اگر ان چیزوں کو برداشت نہیں کر سکتے تو اس سے باز آ جاؤ۔

ورنہ اللہ کی جہنم نصیب اور مقدر ہو گی اور اسی طرح دوسری حدیث میں آتا ہے:

«لَنْ تَزُوْلَ قَدَمُ شَاهِدِ الزُّوْرِ حَتّٰى يُوْجِبَ اللّٰهُ لَهُ النَّارَ»۔ [1]

''جھوٹی گواہی دینے والا آدمی اپنے قدم کو حرکت میں نہیں لا سکے گا، حتی کہ اللہ تعالیٰ اس پر جہنم کو واجب کر دے گا۔''

جھوٹ اور اللہ کی معصیت پر انسان کو گواہ نہیں بننا چاہیے:

صحیح بخاری کی حدیث ہے، حصین بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں نے نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کو منبر پر فرماتے ہوئے سنا میرے والد گرامی نے مجھے عطیہ اور تحفہ دیا تو عمرہ بنت رواحہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں اس وقت تک راضی نہیں ہوں گی جب تک تم اس باغ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گواہ نہیں بناتے ہو تو میری والدہ کے اصرار پر میرے والد محترم مجھے لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آ کر عرض پرواز ہوئے یا رسول اللہ!

اِنِّيْ أَعْطَيْتُ ابْنِيْ مِنْ عَمْرَةَ بِنْتِ رَوَاحَةَ عَطِيَّةً، فَأَمَرَتْنِيْ أَنْ أُشْهِدَكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ۔

---

[1] سنن ابن ماجہ، کتاب الاحکام، باب شہادۃ الزور، 2373:494/2

”میں نے اپنے بیٹے کو جو عمرہ بنت رواحہ کے بطن سے پیدا ہوا ہے عطیہ دیا ہے اور ساتھ اس نے یہ بات کہی ہے کہ اس عطیے پر رسول اللہ ﷺ کو بطورِ گواہ بنائیں۔“

تو رسول کائنات جناب محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«أَعْطَيْتَ سَائِرَ وَلَدِكَ مِثْلَ هٰذَا؟»۔

”آپ نے اپنے تمام بچوں کو عطیہ اور تحفہ دیا ہے، یا صرف اسی بیٹے نعمان کو دے رہے ہو؟“

قَالَ: لَا۔

”کہا یا رسول اللہ! صرف اسی کو ہی دے رہا ہوں۔“

تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْدِلُوا بَيْنَ أَوْلَادِكُمْ»۔

”لوگو! اللہ سے ڈرو اور اپنی اولاد کے معاملات میں عدل وانصاف کا معاملہ کیا کرو، بددیانتی اور حق تلفی نہ کیا کرو۔“

اور ایک راویت کے الفاظ ہیں:

«لَا أَشْهَدُ عَلٰى جَوْرٍ»۔ [1]

”آپ ﷺ نے فرمایا: میں محمد ﷺ ظلم پر گواہ نہیں بن سکتا۔“

اس لیے نبی کریم ﷺ کے اس فرمان کے مطابق انسان کو جھوٹ اور اللہ کی معصیت اور نافرمانی پر گواہ نہیں بننا چاہیے۔

جھوٹی گواہیاں معاشرے میں بیماریوں کا باعث ہیں:

جہاں پر جھوٹی گواہیوں کے اور بڑے دنیاوی اور اُخروی نقصانات ہیں وہاں پر ان

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الهبة، باب الاشهاد فی الهبة، 2/914:2447

کا عظیم اور خطرناک ترین نقصان یہ بھی ہے کہ ان جھوٹی گواہیوں کی وجہ سے معاشرہ بڑی بڑی خطرناک اور مہلک بیماریوں کا شکار ہو جاتا ہے جو معاشرے کے امن وسکون کو تباہ کرنے کا ایک بہت بڑا سبب ہے، جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

«خَيْرُكُمْ قَرْنِي، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ. قَالَ عِمْرَانُ: لَا أَدْرِي: ذَكَرَ ثِنْتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا بَعْدَ قَرْنِهِ. ثُمَّ يَجِيءُ قَوْمٌ، يَنْذِرُونَ وَلَا يَفُونَ، وَيَخُونُونَ وَلَا يُؤْتَمَنُونَ، وَيَشْهَدُونَ وَلَا يُسْتَشْهَدُونَ، وَيَظْهَرُ فِيهِمُ السِّمَنُ».[1]

''تم میں سے بہترین میرے زمانہ کے لوگ ہیں یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، پھر وہ لوگ جو ان کے بعد آئیں گے یعنی تابعین، پھر وہ لوگ جو ان کے بعد آئیں گے یعنی تبع تابعین۔''، حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں میں نہیں جانتا حضور نے اپنے بعد دو زمانوں کا تذکرہ کیا ہے یا تین کا، پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ''تمہارے بعد ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو بد دیانتی اور خیانت کرنے والے ہوں گے، امانت و دیانت داری کا ان میں نام ونشان تک نہ ہوگا، ان سے گواہی طلب نہیں کی جائے گی ویسے ہی جھوٹی گواہیاں دیتے پھریں گے، نذریں مانیں گے لیکن ان کو پورا نہیں کریں گے، ان لوگوں میں موٹاپہ کی بیماری عام ہو جائے گی۔''

جب جسم میں موٹاپہ آئے گا تو پھر طرح طرح کی مضر بیماریاں جنم لیں گی اور یہ سارا معاملہ ان جھوٹی گواہیوں اور ان گناہوں کی بدولت ہوگا۔

بہترین گواہ:

سچی اور ڈنکے کی چوٹ پر گواہی دینا انتہائی خوبصورت اور اعلیٰ عمل ہے اور اسی وجہ

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الشهادات، باب لا یشهد علی شهادة جور، 2/938:2508

سے محمد رسول اللہ ﷺ نے سچی اور کھری گواہی دینے والے لوگوں کو ایک شرف اور اعزاز بخشتے ہوئے خیر و بھلائی کے عظیم لقب سے ملقب فرمایا ہے اور یہی گواہی کے معاملہ میں کسی ظالم کے ظلم کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے کسی ظلم واستبداد کرنے والوں کے جبر کو توڑتے ہوئے، کسی دنیا کے فرد و بشر کی پرواہ نہ کرتے ہوئے حقانیت وصداقت پر مبنی گواہی دینے والوں کی عظمت کو سراہتے ہوئے رحمت کائنات ﷺ نے فرمایا:

«أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِخَيْرِ الشُّهَدَآءِ الَّذِىْ يَأْتِىْ بِشَهَادَتِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّسْأَلَهَا»۔[1]

''کیا میں تمہیں بہترین گواہوں کے متعلق نہ بتلاؤں، بہترین گواہ وہ ہیں جو سوال کرنے سے پہلے ہی گواہی کے لیے تیار ہو جاتے ہیں۔''

لوگوں کے ماتھوں پر پڑتے ہوئے بل اور سلوٹیں، دیکھ کر وہ گھبرا نہیں جاتے اور نہ ہی وہ یہ دیکھتے ہیں کہ ان کے ساتھ میرا بڑا گہرا تعلق ہے نہیں بلکہ وہ بڑی ہی بے نیازی کے ساتھ سچی گواہی دے دیتے ہیں، اسی وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے انہیں بہترین گواہ قرار دیا ہے۔

گواہی چھپانا بھی کبیرہ گناہ ہے:

مذکورہ احادیث نبویہ ﷺ کی روشنی میں جس طرح گواہی میں جھوٹ بولنا کبیرہ گناہ ہے اسی طرح گواہی کو چھپانا بھی کبیرہ گناہ ہے اور اللہ تعالیٰ کا فرمان گرامی ہے:

﴿وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ وَمَنْ يَّكْتُمْهَا فَاِنَّهٗٓ اٰثِمٌ قَلْبُهٗ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ﴾۔[2]

---

[1] سنن ترمذی، کتاب الشهادات، باب الشهداء أيهم خير، 4/544:2255؛ سنن أبی داود، کتاب الأقضية، باب فی الشهادات، 3/333:3598

[2] سورة البقرة:284

''گواہی چھپاؤ نہیں، جو شخص گواہی کو چھپاتا ہے یقیناً اس کا دل گناہ گار اور بیمار ہے اور جو عمل تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ ان سے بخوبی آگاہ ہے۔''

اور ایک دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ گواہی کی اہمیت کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ كُونُوا۟ قَوَّٰمِينَ بِٱلْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلَّهِ وَلَوْ عَلَىٰٓ أَنفُسِكُمْ أَوِ ٱلْوَٰلِدَيْنِ وَٱلْأَقْرَبِينَ ۚ إِن يَكُنْ غَنِيًّا أَوْ فَقِيرًا فَٱللَّهُ أَوْلَىٰ بِهِمَا ۖ فَلَا تَتَّبِعُوا۟ ٱلْهَوَىٰٓ أَن تَعْدِلُوا۟ ۚ وَإِن تَلْوُۥٓا۟ أَوْ تُعْرِضُوا۟ فَإِنَّ ٱللَّهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا ﴿١٣٥﴾ ﴾۔[1]

''اے ایمان والو! عدل وانصاف کے تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے اللہ کی رضامندی کے لیے گواہی دینے والے بن جاؤ، اگرچہ وہ گواہی تمہاری اپنی ذاتوں کے خلاف یا تمہارے والدین کے خلاف جا رہی ہو یا اس کی زد میں تمہارے قریبی رشتے دار آرہے ہوں وہ گواہی دینے میں کسی امیر یا غریب کو مت دیکھو، اللہ تعالیٰ زیادہ حق رکھتے ہیں کہ اس خالق ومالک کائنات کی عزت وعظمت کا خیال رکھا جائے اور اس کے احکامات کی پیروی کی جائے اور عدل وانصاف کے تقاضوں سے پہلو تہی اختیار کر کے کہیں اپنی خواہشات کو اپنا رب نہ بنا لو اور اگر تم گواہی کے معاملات میں کج روی، ٹیڑھا پن اور اعراض کا مظاہرہ کرو گے تو پھر یاد رکھو تمہارے تمام اعمال سے اللہ تعالیٰ بخوبی آگاہ ہیں۔''

مگر آج گواہیوں کے معاملات میں اللہ کے احکامات کو ٹھکراؤ گے تو قیامت کے روز تمہارا کڑا احتساب ہو گا، اس لیے آدمی کو کسی بھی موقع پر گواہی کے معاملہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم والا کردار ادا کرنا چاہیے۔

---

[1] سورۃ النساء:135

اور اس کی روشن اور دمکتی مثال سیدنا عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہے، جب نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو خیبر کے یہودیوں کے پاس بھیجا چونکہ ان ایام میں خیبر کی زمین یہودیوں کو دی ہوئی تھی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عبداللہ جاؤ خیبر والوں کی سرزمین کا اندازہ لگا کر آؤ اس سال پھل کیسا ہے اور کھیت کھلیانوں کی کیا صورتِ حال ہے تو جب حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ وہاں پہنچے، پتہ کیا اس سال پھل بہت زیادہ لگا ہوا ہے تو خیبر کے یہودیوں نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو پھسلانے کی کوشش کی:

فَاَرَادُوْا اَنْ یَّرْشُوْهُ لِیَرْفِقَ بِهِمْ۔

''انہوں نے ارادہ کیا کہ وہ عبداللہ رضی اللہ عنہ کو کوئی رشوت وغیرہ دے دیں تاکہ وہ ان کے ساتھ نرمی والا معاملہ کریں۔''

یعنی وہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا کر کہیں پھل وغیرہ کم ہی لگا ہے تو اس وقت سیدنا عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے ان یہودیوں کو بڑے تاریخی الفاظ کہے تھے، فرمایا:

وَاللّٰهِ لَقَدْ جِئْتُكُمْ مِنْ عِنْدِ اَحَبِّ الْخَلْقِ اِلَیَّ۔

''اللہ کی قسم! میں تمھارے پاس اس عظیم ہستی کے پاس سے آیا ہوں جو مجھے ساری کائنات سے زیادہ محبوب ہے۔''

جن کے اشارہ ابرو پر میں اپنا تن من دھن قربان کرنے کے لیے تیار ہوں۔

وَلَاَنْتُمْ اَبْغَضُ اِلَیَّ مِنْ اَعْدَادِكُمْ مِنَ الْقِرَدَةِ وَالْخَنَازِیْرِ۔

''اور تم سے مجھے اس قدر نفرت ہے تمھاری حیثیت میرے سامنے بندروں اور خنزیروں کی سی ہے۔''

وَمَا یَحْمِلُنِیْ حُبِّیْ اِیَّاهُ وَبُغْضِیْ لَكُمْ اَنْ لَّا اَعْدِلَ فِیْكُمْ۔

''اور میں رحمت جہاناں جناب محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بے حد محبت میں آ کر اور تمھارے ساتھ نفرت وبغض میں آ کر عدل وانصاف کے دامن کو نہیں

چھوڑوں گا اور گواہی حقانیت پر، سچ پر مبنی ہی دوں گا۔"

تو اس وقت یہودی پکار اٹھے تھے:

بِهٰذَا قَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْأَرْضُ۔ [1]

"اسی وجہ سے زمین و آسمان قائم ہیں۔"

یعنی اس وجہ سے کہ زمین کے تختے پر ایسے عادل اور سچے لوگ موجود ہیں، آج بھی اگر مسلمان کی یہ کیفیت بن جائے تو پھر زمین و آسمان سے ان کے لیے رحمتوں کے بادل اُمڈ آئیں گے اور اللہ کی طرف سے برکات کے نزول ہوں گے، ان شاء اللہ۔

آنکھوں پر جھوٹ باندھنے کی تیسری صورت:

آنکھوں پر جھوٹ باندھنے کی تیسری صورت یہ ہے انسان کسی کے سامنے ایسے خواب بیان کرے جو سراسر جھوٹا خواب ہو، تو ایسا شخص جو جھوٹے خواب بیان کرے یہ جنت کی خوشبو سے بھی محروم کر دیا جائے گا۔

یہ بات مسلم ہے انسان کو خواب وغیرہ تو آتے ہیں، بلکہ رسول اللہ ﷺ کا فرمانِ گرامی ہے نبوت کے چھیالیس حصوں میں سے ایک حصہ سچا خواب ہے۔

انبیاء علیہم السلام کو خواب کے ذریعے بھی وحی ہوتی تھی اور نبی کا خواب سچا ہوتا تھا، لیکن چونکہ اب نبوت کا سلسلہ منقطع ہو چکا ہے اور خواب کے ذریعے بشارتوں کا سلسلہ جاری وساری ہے اور بہت سے لوگ اس شرعی گنجائش سے فائدہ اٹھاتے ہوئے لوگوں کے سامنے اپنے جھوٹے خواب بیان کرتے ہیں جس سے لوگوں کے سامنے وہ اس بات کو ظاہر کرتے ہیں ہم اللہ تعالیٰ کے بڑے مقرب اور ولی ہیں اور کمزور عقیدہ کے مالک اور جاہل ان کے ان بنے ہوئے جالوں میں پھنس جاتے ہیں۔

اور بعض لوگ قرآن وحدیث کی صریح نصوص کو چھوڑ کر اپنے ولیوں اور اپنے بزرگوں

---

[1] تفسیر القرآن العظیم لابن کثیر: 433/2

کے خوابوں سے شریعت کے مسائل اخذ کرتے ہیں اور ان غلط قسم کے خوابوں کو بنیاد بنا کر وہ لوگ شریعت سازی کر رہے ہیں حالانکہ شرعی مصدر رب کا قرآن ہے یا محمد رسول اللہ ﷺ کا فرمان عالی شان ہے، نبی کے سوا کائنات کے کسی فرد بشر کا خواب شریعت نہیں بن سکتا۔

نبی کائنات جناب محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«مَنْ كَذَبَ فِي الرُّؤْيَا مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ»۔ [1]

''جس نے خواب میں جان بوجھ کر جھوٹ بولا اس کا ٹھکانہ آگ میں ہو گا۔''

اور سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«مَنْ تَحَلَّمَ بِحُلُمٍ لَمْ يَرَهُ كُلِّفَ أَنْ يَعْقِدَ بَيْنَ شَعِيرَتَيْنِ، وَلَنْ يَفْعَلَ»۔ [2]

''جس کسی نے جھوٹا خواب بیان کیا جو اس نے دیکھا نہیں تو اسے قیامت کے دن دو جو کے دانوں میں گرہ دینے پر مجبور کیا جائے گا اور وہ ایسا کبھی بھی نہیں کر پائے گا۔''

توجہ فرمائیں! جھوٹا خواب بیان کرنے پر رسول اللہ ﷺ نے کس قدر شدید وعید سنائی ہے جھوٹا خواب بیان کر کے دنیا میں عزت اور شہرت تو حاصل کی جا سکتی ہے لیکن قیامت کے دن ٹھکانہ جہنم میں ہوگا، اور اسے آگ کے عذاب میں اتنی دیر تک رکھا جائے گا جب تک وہ جو کے دو دانوں کے درمیان گرہ نہیں دے لے گا اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ وہ ایسا کبھی بھی نہ کر پائے گا، کیونکہ اس نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بولا ہے اللہ نے مجھے یہ چیز دکھائی ہے حالانکہ دکھائی نہیں تو اللہ کی ذات گرامی پر بہت بڑا جھوٹ ہے اور ایسا گناہ کرنے والے کی سزا یہی ہونی چاہیے۔

---

[1] مسند أحمد: 131/1

[2] صحیح بخاری، کتاب التعبیر، باب من کذب فی حلمه: 7042

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«اِنَّ مِنْ اَفْرَی الْفِرٰی اَنْ یُرِیَ عَیْنَیْهِ مَالَمْ تَرَ»۔[1]

''سب سے بڑا جھوٹ یہ ہے کہ آدمی اپنی آنکھ کو وہ کچھ دکھائے جو انہوں نے نہیں دیکھا۔''

اس لیے انسان کو ہر لحاظ سے ایسی خرافات سے بچ کر زندگی گزارنا چاہیے کہیں ایسا نہ ہو اس عمل قبیح کا ارتکاب کر کے جہنم کا ایندھن بن جائیں۔

اسی طرح آدمی اپنی آنکھوں پر جھوٹ باندھ کر کہیں جنت کی خوشبو سے بھی محروم نہ کر دیا جائے۔

............*

---

[1] صحیح بخاری، کتاب التعبیر، باب من کذب فی حلمہ، 6636:2582/6

رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ باندھنے والا

خوشبو جنت سے محروم ہونے والے لوگوں میں سے ایک وہ بدنصیب آدمی ہے جس نے رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ گرامی پر جھوٹ باندھا، یعنی آپ کا وہ فرمان نہیں لیکن اس نے رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کیا کہ یہ رسول اللہ ﷺ کی حدیث ہے اس شخص نے رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ باندھا ہے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ گرامی پر اللہ تعالیٰ نے شریعت نازل فرمائی اور آپ ﷺ کی زبانِ نبوت سے نکلی ہوئی ہر چیز حجت اور دلیل ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

﴿وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝٣ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحٰى ۝٤﴾[1]۔

''اور نہ خواہش نفس سے منہ سے بات نکالتے ہیں۔ یہ (قرآن) تو حکم خدا ہے جو (ان کی طرف) بھیجا جاتا ہے۔''

اور نبی اکرم ﷺ کے فرمانِ گرامی کے متعلق جب عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے صحابہ اکرام رضی اللہ عنہم نے کہا تھا کہ اللہ کے رسول ﷺ کبھی خوش ہوتے ہیں کبھی ناراض ہوتے ہیں، کبھی پریشان اور تم جو کچھ بھی آپ فرماتے ہیں لکھ لیتے ہو ایسے نہ کیا کرو، تو انھوں نے یہ بات رسول اللہ ﷺ کے سامنے رکھی تو اس وقت آپ نے الفاظ بیان فرمائے تھے:

«وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَا يَخْرُجُ مِنْهُ إِلَّا حَقٌّ وَأَشَارَ إِلَى فِيهِ»[2]۔

---

[1] سورۃ النجم:4،3

[2] مستدرک حاکم، باب الامر بکتابۃ الحدیث:105/1

''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اس سے حق کے سوا اور کچھ بھی نہیں نکلتا اور آپ ﷺ نے اپنے منہ کی طرف اشارہ فرمایا تھا۔''

آپ ﷺ کی ہر بات حجت ہے تو پھر آپ کی ہر بات کی صیانت وحفاظت کا بھی ہمیں خیال رکھنا چاہیے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دور میں فتنے شروع ہو گئے تھے تو تب سند حدیث کا سلسلہ شروع کر دیا گیا تھا، ان لوگوں کی روک تھام کے لیے جو آپ ﷺ کی ذاتِ گرامی کی طرف من گھڑت اور موضوع روایات منسوب کرتے تھے، اس لیے عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے:

اَلْاِسْنَادُ مِنَ الدِّیْنِ لَوْلَا الْاِسْنَادُ لَقَالَ مَنْ شَآءَ مَاشَآءَ۔[1]

''سندیں دین کا حصہ ہیں اگر سندیں نہ ہوتیں تو دین اسلام کے اندر جس کا جو جی چاہتا وہ کہہ دیتا۔''

رسول اللہ ﷺ کی طرف جھوٹ کو منسوب کرنے والے شخص کی شریعت اسلامیہ نے سزا یہ مقرر فرمائی کہ بدنصیب رب تعالیٰ کی جنت تو دور کی بات ہے اس کی خوشبو سے بھی محروم کر دیا جائے گا۔

اور دوسری حدیث کے الفاظ یوں ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا:

«مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ»۔[2]

''جس شخص نے جان بوجھ کر مجھ پر جھوٹ باندھا اس کا ٹھکانہ جہنم کی آگ ہو گا۔''

---

[1] الشذا الفیاح من علوم ابن الصلاح: 419/2؛ تدریب الراوی للسیوطی: 160/2

[2] صحیح بخاری، کتاب العلم، باب إثم من کذب علی النبی ﷺ، 107:1/52

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا حدیث نبوی کو بیان کرنے میں احتیاطی پہلو:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث کو بیان کرنے میں بہت محتاط تھے، صرف وہی حدیث بیان کرتے تھے جس پر پختہ یقین ہوتا تھا کہ یہ واقعی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانِ گرامی ہے۔

سیدنا زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا آپ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور دیگر ساتھیوں کی طرح حدیث بیان نہیں کرتے؟ تو انھوں نے فرمایا:

أَمَا إِنِّيْ لَمْ أُفَارِقْهُ مُنْذُ أَسْلَمْتُ وَلٰكِنِّيْ سَمِعْتُ مِنْهُ كَلِمَةً مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ۔ [1]

"جب سے میں نے اسلام قبول کیا ہے اس وقت سے لے کر آج تک میں آپ سے جدا نہیں ہوا، لیکن میں نے آپ سے ایک بات سنی تھی جو کوئی جان بوجھ کر مجھ پر جھوٹ باندھے اس کا ٹھکانہ جہنم کی آگ ہوگا۔

............*

---

[1] صحیح بخاری، کتاب العلم، باب إثم من كذب على النبي ﷺ، 107:52/1

رعایا پر ظلم کرنے والے حکمران

جنت کی خوشبو سے محروم بدنصیب لوگوں میں وہ حکمران اور والی بھی شامل ہے جس کو کسی سرزمین کا حکمران یا کسی رعایا کا والی بنایا گیا تو اس نے ان کے معاملات میں دیانت داری کا مظاہرہ نہیں کیا، بلکہ خیانت و بددیانتی کا خوگر بنا رہا، رحمت کائنات جناب محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایسے حاکم کا جنت میں جانا تو بہت دور کی بات ہے وہ جنت کی خوشبو بھی نہیں پا سکے گا، جیسا کہ صحیح بخاری کتاب الاحکام میں امام بخاری رحمہ اللہ نے حدیث نقل فرمائی ہے:

«مَا مِنْ عَبْدٍ يَسْتَرْعِيهِ اللهُ رَعِيَّةً، فَلَمْ يَحُطْهَا بِنَصِيحَةٍ، إِلَّا لَمْ يَجِدْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ» ۔

''جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ کو کسی رعیت کا حاکم بناتا ہے اور وہ خیر خواہی کے ساتھ اس کی حفاظت نہیں کرتا تو وہ جنت کی خوشبو بھی نہیں پائے گا۔''

اس حدیث کے راوی حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ ہیں، یہ حدیث انھوں نے اس وقت بیان فرمائی جب وہ بیمار ہوئے جس مرض کی وجہ سے وہ اپنے خالق حقیقی سے جا ملے تو ان ایام میں سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے عبیداللہ بن زیاد کو گورنر بنایا ہوا تھا، جیسا کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری میں طبرانی کے حوالہ سے نقل کیا ہے سیدنا حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب عبیداللہ بن زیاد امیر بن کر آیا:

أَمَّرَ عَلَيْنَا مُعَاوِيَةُ غُلَامًا سَفِيهًا يَسْفِكُ الدِّمَاءَ سَفْكًا شَدِيدًا ۔

''ہمارے اوپر اس کو معاویہ رضی اللہ عنہ نے مقرر کیا جب کہ وہ بہت بے وقوف، ظالم

اور سفاک چھوکرا تھا اور بہت بڑا خونخوار درندہ تھا۔"

تو وہ معقل بن یسار رضی اللہ عنہ کے پاس تیمارداری کے لیے آیا تو انھوں نے فرمایا:

اِنِّی مُحَدِّثُكَ حَدِيثًا سَمِعْتُهُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ ۔[1]

"عبید اللہ بن زیاد میں تجھ کو رسول اللہ ﷺ کا وہ فرمان بیان کرنے والا ہوں جو میں نے رسول اللہ ﷺ سے خود سنا ہے۔"

مجھے یہ ڈر ہے کہ میں زندہ نہیں رہوں گا، اگر مجھے زندہ رہنے کی امید ہوتی تو میں تجھ کو بیان نہ کرتا تو اس وقت انھوں نے یہ حدیث بیان فرمائی۔

یہ حدیث اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ جو کوئی حکمران بنے، ذمہ دار بنے، امورِ سلطنت کی ذمہ داری جس کو بھی سونپی جائے اس کو اپنی رعایا کا خیال رکھنا چاہیے اور ان کے معاملات میں خیر خواہی کا جذبہ ہی نہیں رکھنا چاہیے، بلکہ جس حد تک ہو سکے اسے ان کی دادرسی اور معاونت کرنی چاہیے اور امورِ سلطنت میں انتہائی زیادہ ذمہ داری کا احساس کرنا چاہیے۔

آج حکمرانوں کے اندر جس قدر عیاشی اور بدمعاشی آ چکی ہے اتنے اتنے بڑے بددیانت اور خائن ہیں کہ دونوں دونوں ہاتھوں سے رعایا کے اموال کو لوٹ رہے ہیں اور جو ایک مرتبہ حکمران بن جائے صدر وزیر اعظم تو بہت دور کی بات ہے جو ایم پی اے، ایم این اے ایک مرتبہ بن جائے اس کی نسلیں پوری زندگی بیٹھ کر بھی کھائیں ختم ہونے کو نہیں آتا۔

کاش! آج کے حکمرانوں اور ارکانِ سلطنت کو یہ توفیق مل جائے کہ یہ اپنا انجام رسول اللہ ﷺ کی زبان نبوت سے نکلا ہوا پڑھ لیں، تو ہو سکتا ہے کہ ان کے دل کی دنیا بدل جائے اور ان کی زندگی کی کایا پلٹ جائے۔ خیانت اور بد دیانتی کا مظاہرہ کرنے والے حکمران کے لیے نبی ﷺ نے بڑی بڑی سخت وعیدیں سنائی ہیں۔

[1] صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، باب فضیلۃ الامام العادل: 4834

خائن حکمران پر جنت حرام ہے:

نبی کل کائنات جناب محمد رسول اللہ ﷺ نے اپنی زبان نبوت سے خائن حکمران کی مذمت کرتے ہوئے فرمایا: صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی روایت ہے:

«مَا مِنْ وَالٍ يَلِي رَعِيَّةً مِنَ الْمُسْلِمِينَ، فَيَمُوتُ وَهُوَ غَاشٌّ لَهُمْ، إِلَّا حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ».[1]

''اگر کوئی شخص مسلمانوں کا حاکم بنا اور اس نے ان کے معاملہ میں خیانت کی اور اسی حالت میں وہ مر گیا، تو اللہ تعالیٰ نے اس پر اپنی جنت کو حرام کر دیا ہے۔''

رعایا کے ساتھ ظلم کرنے والے حاکم کے خلاف اس قدر سخت فیصلہ ہے، جس پر اللہ تعالیٰ کی جنت حرام ہوگئی، وہ اللہ کے دربار میں کیسے کامیاب ہو سکے گا، کیونکہ یہ ظلم ہے اور ظلم کرنا تو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے۔

اور معجم الاوسط طبرانی کی روایت ہے اس کے الفاظ یوں ہیں:

فَلَمْ يَعْدِلْ فِيهِمْ إِلَّا كَبَّهُ اللّٰهُ عَلَى وَجْهِهِ النَّارَ۔[2]

''وہ حاکم، فیصل، قاضی یا جج، یا رکن سلطنت جو اپنی رعایا کے ساتھ عدل والا معاملہ نہیں کرتا، ان کے حقوق پر شب خون مارتا ہے، ان کے اموال لوٹتا ہے اور ہر وقت ان پر ظلم وستم کی تلوار بن کر لٹکتا رہتا ہے، قیامت کے دن اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا سلوک یہ ہوگا کہ اس کو منہ کے بل گھسیٹ کر اللہ کی جہنم کا ایندھن بنا دیا جائے گا۔''

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الأحکام، باب من استرعی رعیة فلم ینصح: 7151:18/15،
صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب استحقاق الوالی الغاش لرعیة الناس: 228:136/1

[2] المعجم الکبیر، 17275:223/20

اور حضرت امام ابن بطال رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''ایسے خائن، ظالم، سفاک، حکمران، قاضی، جج، ایم پی اے، ایم این ے، کونسلر غرضیکہ کوئی بھی امور کے ذمہ دار سے قیامت کے دن جب لوگ اپنے حقوق مانگیں گے تو یہ اتنے لوگوں کے حقوق کا بدلہ کیسے چکا سکے گا، نہ یہ بدلہ دے سکے گا اور نہ ہی یہ مظلوموں کو راضی کر سکے گا اور نہ ہی یہ جنت میں داخل ہو سکے گا۔''

ظالم حکمران کے خلاف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بددعا فرمائی ہے:

صحیح مسلم کتاب الامارۃ کی حدیث ہے، عبدالرحمٰن بن شماسہ کہتے ہیں سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس کچھ اشیاء کے متعلق سوال کرنے کے لیے آیا تو جب میں آپ کے پاس پہنچا تو ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے مجھ سے پوچھا: آپ کا تعلق کس علاقہ سے ہے؟ یا کن لوگوں سے ہے؟ تو میں نے عرض کی، میں مصر کی سرزمین سے آیا ہوں تو عائشہ رضی اللہ عنہا فرمانے لگیں: تمھارے علاقے کا گورنر تمھارے ساتھ کیسا سلوک کرتا ہے؟ تو میں نے کہا: ہم نے اس سے کبھی بھی کراہت محسوس نہیں کی نہ ہی ہم نے کبھی اس کے بارے میں برا خیال کیا ہے، اگر ہم میں سے کسی آدمی کا اونٹ مر جاتا ہے تو وہ اس کو اونٹ اپنی طرف سے لا کر دے دیتے ہیں اور اگر کسی کا غلام مر جائے تو وہ اس کو غلام عطا کر دیتے ہیں اور اگر کسی کو کھانے وغیرہ یا کسی کے گھر راشن وغیرہ نہ ہو تو اس کے گھر میں راشن ڈال کر دیتے ہیں تو ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا فرمانے لگیں: اس نے میرے بھائی محمد بن ابی بکر کے ساتھ کیا سلوک کیا تھا، وہ اختلافات وعداوت مجھے اس بات سے نہیں روک سکتے کہ میں آپ کو اپنے سرتاج اور عظیم شوہر جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کی خبر نہ دوں:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ وَهُوَ يَقُوْلُ فِيْ بَيْتِيْ هٰذَا اَللّٰهُمَّ مَنْ وَلِيَ مِنْ اَمْرِ اُمَّتِيْ شَيْئًا فَشَقَّ عَلَيْهِمْ فَاشْقُقْ عَلَيْهِ وَمَنْ وَلِيَ مِنْ اَمْرِ اُمَّتِيْ

شَيْئًا فَرَفَقَ بِهِمْ فَارْفُقْ بِهِ.[1]

''میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے، آپ میرے اس گھر میں فرما رہے تھے: اے میرے اللہ! جو میری امت کے معاملات کا ذمہ دار بنا اور پھر مخلوق خدا کو تکلیف اور پریشانی میں ڈالا، اللہ میں تیرا رسول تیرے حضور التجا کرتا ہوں کہ تو اس بدنصیب کو تکلیفوں اور پریشانیوں میں ڈال دے اور جو میری امت کے کسی معاملہ کا ذمہ دار بنا پھر اس نے ان کے ساتھ نرمی، شفقت ومحبت والا معاملہ کیا، اللہ تو اس کے ساتھ اپنی خاص رحمت وفضل اور نرمی والا معاملہ فرما۔''

یہ دعا ہر اس شخص کے بارہ میں ہے جو کسی بھی طرح کا ذمہ دار اور کوئی عہدہ سنبھالتا ہے وہ ایک گھر کا سربراہ بھی ہوسکتا ہے، وہ ایک ادارہ کا ذمہ دار بھی ہوسکتا ہے، وہ ایک جماعت کا لیڈر بھی ہوسکتا ہے، وہ کسی یونیورسٹی کا چانسلر بھی ہوسکتا ہے، وہ کالج کا پرنسپل بھی ہوسکتا ہے، وہ کسی علاقہ کا ذمہ دار اور بڑا بھی ہوسکتا ہے اور سربراہِ مملکت بھی ہوسکتا ہے۔

جو کوئی برا معاملہ کرے گا اللہ کے نبی ﷺ کی اس کے خلاف دعا ہے کہ اللہ اس کو تباہ وبرباد فرما دے اور جو بھی نرمی اور عفو ودرگزر والا معاملہ کرتا ہے اس کے حق میں رحمت کائنات ﷺ کی یہ دعا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی رسول اللہ ﷺ کی دعاؤں کا مستحق بنائے، آمین۔

رعایا پر ظلم کرنے والا حاکم ذلیل ورسوا ہوگا:

آج لوگ حکمرانی اور کرسی کے نشے میں اس قدر مست ہیں، اس کے پنگوڑے میں جھولے لے رہے ہیں کہ آخرت کی یاد تک نہیں، اقتدار اور عہدے کے بھوکے، دن رات اسی کے لیے کوششیں اور محنتیں کرنے والی سیاسی جماعتیں تو ایک طرف دینی

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، باب فضیلۃ الامام العادل: 6/167: 1828

جماعتوں کے صدور اور ناظم بننے کے لیے لوگ لڑتے جھگڑتے، گتھم گتھا، ایک دوسرے کو گالیاں دیتے ہیں جب کہ دوسری طرف رحمت کائنات ﷺ کے پاس سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے، عرض کرتے ہیں اے اللہ کے رسول! مجھے بھی کسی علاقے کا عامل یا گورنر متعین کر دیں تو نبی کائنات ﷺ نے ابو ذر رضی اللہ عنہ کے کندھوں کے درمیان اپنا ہاتھ مارتے ہوئے فرمایا:

«يَا أَبَا ذَرٍّ إِنَّكَ ضَعِيفٌ وَإِنَّهَا أَمَانَةٌ وَإِنَّهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ خِزْيٌ وَنَدَامَةٌ إِلَّا مَنْ أَخَذَهَا بِحَقِّهَا وَأَدَّى الَّذِي عَلَيْهِ فِيهَا»۔[1]

''اے ابو ذر! تم کمزور ہو، ناتواں ہو، یہ بہت بڑی امانت ہے، بہت بڑی ذمہ داری اور بوجھ ہے، تم اس کے اٹھانے سے قاصر ہو، تمھارے پاس اتنی سکت نہیں کہ تم اس امانت کا بوجھ اٹھا سکو اور یہی ذمہ داری قیامت کے دن ذلت ورسوائی، تباہی وبربادی اور ندامت وپشیمانی کا باعث بن جائے گی، ہاں وہ آدمی جس نے یہ ذمہ داری قبول کی اور وہ اس ذمہ داری کا اہل بھی تھا اور پھر اس کو احسن طریقہ سے سرانجام دیا اور جو اس پر ذمہ داری عائد ہوتی تھی اس کا حق ادا کیا قیامت کے دن کی ذلت وندامت سے صرف وہ شخص بچ سکے گا۔''

اور ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں:

«يَا أَبَا ذَرٍّ إِنِّيْ أَرَاكَ ضَعِيفًا وَإِنِّيْ أُحِبُّ لَكَ مَا أُحِبُّ لِنَفْسِي لَا تَأَمَّرَنَّ عَلَى اثْنَيْنِ وَلَا تُوَلَّيَنَّ مَالَ يَتِيمٍ»۔[2]

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، باب کراھیۃ الامارۃ بغیر ضرورۃ: 4823

[2] سنن أبی داود، کتاب الوصایا، باب ما جاء فی الدخول فی الوصایا: 7028؛ صحیح مسلم کتاب الامارۃ، باب کراھیۃ الامارۃ بغیر ضرورۃ: 4824

''اے ابوذر! میں محمد ﷺ تجھ کو ایک کمزور شخص محسوس کرتا ہوں جو اس گراں، بھاری ذمہ داری کو نبھانے کی صورتِ حال میں نہیں اور میں تیرے لیے وہی پسند کرتا ہوں جو میں اپنی ذات کے لیے پسند کرتا ہوں اور میری تجھ کو نصیحت ہے کہ کبھی بھی دو آدمیوں کا امیر اور ذمہ دار نہ بننا اور نہ ہی یتیم کے مال کی ذمہ داری اٹھانا۔''

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''یہ حدیث ولایت اور حاکم بننے سے اجتناب کرنے کے بارہ میں بہت بڑی دلیل اور قاعدہ وضابطہ ہے، خصوصی طور پر اس شخص کے لیے جو یہ ذمہ داری نبھانے سے بے بس ہو اور یہ رسوائی وندامت بھی اس آدمی کے لیے ہوگی۔
اور عدل وانصاف کرنے والے اور ذمہ داری کا احساس کرنے والوں کو قیامت والے دن انعامات اور اجر عظیم سے سرفراز کیا جائے گا۔''

ظالم حکمران جہنم کی گہرائیوں میں:

ابووائل بیان فرماتے ہیں، سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ہوازن کے صدقات پر بشر بن عاصم کی ذمہ دار لگائی، تو حضرت بشر پیچھے رہ گئے، وہ ذمہ داری قبول نہ کی تو عمر رضی اللہ عنہ ملے پوچھا آپ کیوں پیچھے رہ گئے ہو؟ کیا تمھارے اوپر ہماری فرماں برداری اور اطاعت شعاری ضروری نہیں؟ تو بشر فرمانے لگے حضرت کیوں نہیں، ہم بھی آپ کی امارت کے پابند اور تابعدار ہیں، لیکن میں نے اللہ کے رسول ﷺ سے سنا ہے، آپ فرما رہے تھے:

«مَنْ وَلِيَ شَيْئًا مِنْ أُمُوْرِ الْمُسْلِمِيْنَ أُتِيَ بِهٖ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حَتّٰى يُوْقَفَ عَلٰى جِسْرِ جَهَنَّمَ فَإِنْ كَانَ مُحْسِنًا فَنَجَا وَإِنْ كَانَ مُسِيْئًا انْخَرَقَ بِهِ الْجِسْرُ فَهَوٰى فِيْهِ سَبْعِيْنَ خَرِيْفًا»۔ ①

---

(1) المعجم الکبیر، 2/19:1219

''جو شخص بھی مسلمانوں کے امور کا ذمہ دار ٹھہرا اس کو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی بھڑکتی اور سلگتی ہوئی جہنم کے پل پر کھڑا کیا جائے گا، اگر اچھا ہوگا، رعایا کا خیال رکھنے والا اور مسلمانوں کے امور کی درستگی کرنے والا ہوگا تو وہ اس جہنم کے پل سے نجات پا جائے گا اور اگر وہ ظالم ہوا، سفاک اور درندہ حکمران اور ذمہ دار نہ ہوا تو اس کے ساتھ سلوک یہ ہوگا کہ اللہ کی جہنم کا وہ پل پھٹے گا یہ جہنم میں گر جائے گا، رسول ہاشمی ﷺ نے اپنی زبانِ نبوت سے فرمایا ہے کہ وہ بدنصیب حکمران ستر سال کا طویل عرصہ جہنم کی گہرائی کی طرف جاتا رہے گا، یعنی ستر برس گزر جانے کے بعد وہ جہنم کی تہہ تک پہنچے گا۔''

جب سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث سنی تو بڑے ہی رنجیدہ خاطر اور پریشان ہوئے، اسی غم کے بادل میں واپس پلٹے تو راستہ میں تارک الدنیا ابو ذر رضی اللہ عنہ سے اچانک ملاقات ہوگئی تو سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ عرض کرنے لگے امیر المومنین!

مالی أراك كئيبا حزينا۔ [1]

محسوس کر رہا ہوں کیا کوئی خاص معاملہ اور پریشانی ہوگئی ہے، تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ابو ذر پریشان اور غمزدہ نہ ہوں تو اور کیا کروں میں نے بشر بن عاصم سے یہ حدیث سنی ہے، تو ابو ذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

أَوَ مَا سَمِعْتَهُ مِنْ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ؟ قَالَ لَا۔

''اے امیر المومنین! کیا آپ نے اللہ کے رسول ﷺ سے یہ حدیث نہیں سنی؟ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہنے لگے: نہیں، میں نے نہیں سنی۔''

تو پھر سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

أَشْهَدُ اَنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ۔

---

[1] کنز العمال: 5/984: 14300

”میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے یہ حدیث رحمت کائنات ﷺ کی زبان نبوت سے سنی ہے۔“

پھر انھوں نے یہ پوری حدیث بیان فرمائی اور انھوں نے یہ الفاظ زیادہ کیے ہیں کہ جہنم کی تہہ تک پہنچتے ہوئے ستر سال کی طویل اور لمبی مدت لگے گی اور جس جہنم میں وہ گرے گا اس کی کیفیت کیا ہوگی کہ وہ جہنم جل جل کر تاریک اور اندھیر نگری رات کی طرح سیاہ ہو چکی ہوگی۔

یہ حال اس بدنصیب حکمران کا ہوگا جس نے اپنی رعایا کے حقوق پر شب خون مارا اور ان کے حقوق کو روندتا اور مسلتا ہوا زندگی گزارتا رہا اور ان پر ظلم و جور کے پہاڑ توڑتا رہا۔

............*

غیر باپ کی طرف نسبت کرنے والا

وہ بدنصیب لوگ جن کو اللہ تعالیٰ کی جنت کی خوشبو سے محروم کر دیا جائے گا، جن پر آسمان والے رب کو اتنا غصہ ہے کہ اس کو پانچ سو سال کی مسافت سے ہی اللہ کی جہنم کا ایندھن بنا دیا جائے گا، ان میں سے ایک وہ شخص ہے جو اپنے اصل باپ کو چھوڑ کر غیر کی طرف نسبت کرتا ہے۔

حضرت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر محدثین نے اپنی اپنی کتابوں میں اس روایت کو نقل کیا ہے، سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«مَنِ ادَّعٰی اِلٰی غَیْرِ اَبِیْهِ لَمْ یَرَحْ رَآئِحَةَ الْجَنَّةِ وَاِنَّ رِیْحَهَا لَیُوْجَدُ مِنْ مَسِیْرَةِ خَمْسِ مِائَةِ عَامٍ»۔[1]

''جس نے اپنے آپ کو اپنے باپ کے علاوہ کسی اور کی طرف منسوب کیا وہ جنت کی خوشبو بھی نہیں سونگھے گا اور اس بات میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ جنت کی خوشبو پانچ سو سال کی مسافت سے پائی جائے گی۔''

غیر کی طرف نسبت کرنے والا لعنتی ہے:

اور اسی طرح صحیح مسلم کی روایت کے مطابق اپنے باپ کے علاوہ غیر کی طرف نسبت کرنے والے شخص کے بارے میں نبی کائنات محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانِ گرامی ہے جو سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے صحیفے میں موجود تھا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

[1] مسند أحمد: 2/ 171؛ سنن ابن ماجه، كتاب الحدود، باب من ادعى الى غير أبيه أو تولى غير مواليه: 2611؛ مسند الطيالسي: 2274

«مَنِ ادَّعٰی اِلٰی غَیْرِ أَبِیْهِ أَوِ انْتَمٰی اِلٰی غَیْرِ مَوَالِیْهِ فَعَلَیْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلَآئِکَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ لَا یَقْبَلُ اللّٰهُ مِنْهُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ صَرْفًا وَلَا عَدْلًا».[1]

وفی روایة الترمذی: «فَعَلَیْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ التَّابِعَةُ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَةِ».

”جس شخص نے اپنے باپ کے علاوہ کسی غیر کی طرف اپنی نسبت کی یا جس غلام نے اپنے موالی (یعنی اس کو آزاد کرنے والے) کے علاوہ کسی اور کی طرف اپنے آپ کو منسوب کیا، اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو آسمان کے نوری فرشتوں کی، اور پوری کائنات کے انسانوں کی لعنت ہو، اور قیامت والے دن اللہ تعالیٰ اس سے کوئی نفلی اور فرض عبادت قطعاً قبول نہیں فرمائیں گے۔“

اور ترمذی کی روایت کے الفاظ ہیں: ”ایسے شخص پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے قیامت کے درودیوار تک پے در پے لعنتیں برستی رہتی ہیں۔“

غیر باپ کی طرف نسبت کرنے والے پر جنت حرام ہے:

امام المحدثین سیدنا حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے صحیح بخاری میں روایت نقل کی ہے اس کے الفاظ کچھ یوں ہیں نبی کائنات جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے:

«مَنِ ادَّعٰی اِلٰی غَیْرِ اَبِیْهِ وَهُوَ یَعْلَمُ أَنَّهُ غَیْرُ أَبِیْهِ فَالْجَنَّةُ عَلَیْهِ حَرَامٌ».[2]

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الحج، باب المدینة حرم بین عیر إلی ثور: 1370؛ سنن ترمذی، کتاب الوصایا، باب ماجاء لا وصیة لوارث: 2120؛ سنن أبی داود: 5115؛ سنن ابن ماجه: 2609؛ مسند أحمد: 328/1

[2] صحیح بخاری، کتاب الفرائض، باب من ادعی الی غیر أبیه: 6766؛ ابن ماجه: 2610؛ مسند أحمد: 169/1؛ سنن أبی داود: 5113؛ عبدالرزاق: 16310؛ شرح السنة: 2376

''جس شخص نے اپنے اصل باپ کو چھوڑ کر غیر کی طرف نسبت کی اور وہ اس بات سے بخوبی آگاہ ہے کہ جس کی طرف وہ نسبت کر رہا ہے وہ اس کا باپ نہیں ایسے شخص پر اللہ تعالیٰ کی جنت حرام ہے۔''

جہاں پر اور بڑے بڑے شرک جیسے گناہ کرنے والوں پر جنت حرام ہے اسی طرح اس بدنصیب پر بھی اللہ تعالیٰ نے جنت حرام کر دی ہے اس لیے اس گناہ کو بھی معمولی اور عام چھوٹا گناہ نہیں سمجھنا چاہیے، بلکہ یہ بہت بڑا یعنی کبیرہ گناہ ہے۔

اور صحیح مسلم کی ایک روایت میں سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

«لَيْسَ مِنْ رَجُلٍ ادَّعٰى لِغَيْرِ أَبِيْهِ وَهُوَ يَعْلَمُهُ إِلَّا كَفَرَ بِاللّٰهِ، وَمَنِ ادَّعٰى قَوْمًا لَيْسَ لَهُ فِيْهِمْ نَسَبٌ فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ» ۔[1]

''جو شخص جانتے ہوئے بھی اپنے باپ کے علاوہ کسی اور کی طرف نسبت کرتا ہے، اس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کیا ہے اور جس نے ایسی قوم میں سے ہونے کا دعویٰ کیا جس قوم میں اس کا نسب نہیں ہے تو وہ اپنا ٹھکانا آگ میں بنا لے۔''

مذکورہ بالا احادیث نبویہ سے یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ اپنے باپ کے علاوہ کسی غیر شخص کو باپ بنانے والا اس کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرنے والا شخص اگر جان بوجھ کر کرتا ہے تو اس نے صریح کفر کیا ہے جو اس کو دائرہ اسلام سے خارج کرنے والا ہے اور اسی بات کو مولانا صفی الرحمٰن مبارک پوری رحمہ اللہ علیہ صحیح مسلم کی شرح ''منة المنعم'' کے (91/1) پر نقل کیا ہے۔

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان حال ایمان من قال لأخیہ المسلم یا کافر: 61؛ مسند أحمد: 166/5

نسب کی تبدیلی کی مختلف صورتیں:

1...... بعض لوگوں کے ہاں جب اولاد کی نعمت نہ ہوتو وہ لوگ کسی نہ کسی اپنے عزیز سے قریبی رشتہ دار سے لے پالک بیٹا یا بیٹی لے لیتے ہیں، اس کو اپنا بیٹا بنا لیتے ہیں وہ اسی گھر میں پرورش پاتا رہتا ہے اور پروان چڑھتا ہے تو وہ گھر والا اس بچے کی کاغذی کارروائی جتنی ہے ان میں بطورِ والد اپنا نام استعمال کرتا ہے، سکول وکالج اور یونیورسٹی وغیرہ کے کاغذات پر بھی وہ اپنا نام ہی استعمال کرتا ہے اور اگر اس گھر میں بیٹیاں ہوں تو وہ بیٹیاں اس سے پردہ وغیرہ بھی نہیں کرتیں اور باہمی لوگ ان کا نکاح بھی حرام سمجھتے ہیں اس لیے کہ وہ ان بیٹیوں کا بھائی ہے۔

تو یہ ساری صورتیں کسی صورت بھی شرعاً درست نہیں ہیں اور نہ ہی وہ اس کے اصل باپ کی جگہ پر اپنا نام استعمال کر سکتا ہے اور اس پر قرآنِ کریم نے بڑی کاری ضربیں لگائی ہیں اور نص قائم کی ہے جیسا کہ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ جن کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لے کر پالا تھا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ان کو زید بن محمد کہہ کر پکارتے تھے تو اس پر رب العزت نے قرآنِ کریم کی یہ آیت کریمہ نازل کی:

﴿ادْعُوهُمْ لِآبَائِهِمْ هُوَ أَقْسَطُ عِندَ اللَّهِ ۚ فَإِن لَّمْ تَعْلَمُوا آبَاءَهُمْ فَإِخْوَانُكُمْ فِي الدِّينِ وَمَوَالِيكُمْ ۚ وَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ فِيمَا أَخْطَأْتُم بِهِ وَلَٰكِن مَّا تَعَمَّدَتْ قُلُوبُكُمْ ۚ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَّحِيمًا ۝٥﴾[1] [2]

"لے پالکوں کو ان کے حقیقی باپوں کی طرف منسوب کر کے بلاؤ، اللہ تعالیٰ کے

---

[1] سورۃ الاحزاب:5

[2] صحیح بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ادعوهم لآبائهم هو اقسط عند الله﴾:4782؛ صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابۃ، باب فضائل زید بن حارثۃ:2425

نزدیک پورا انصاف یہی ہے اور اگر تمھیں ان کے باپوں کا علم نہ ہو تو وہ تمھارے دینی بھائی اور دوست ہیں اور جو تم سے بھول چوک ہو جائے اس میں تم پر کوئی گناہ نہیں ہے، البتہ گناہ وہ ہے جس کا تم دل سے ارادہ کرو اور اللہ تعالیٰ بڑا ہی بخشنے والا مہربان ہے۔''

اور پھر اس آیت کریمہ کے نزول کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو ان کے باپ حارثہ کی طرف منسوب کر کے بلایا کرتے تھے، لیکن اس رسم تبنیت کی وجہ سے پھر کچھ لوگوں کے اندر گھٹن باقی تھی، پھر اللہ تعالیٰ نے زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کا نکاح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی زاد زینب رضی اللہ عنہا سے کروایا، پھر اپنے پیغمبر کو اطلاع دی کہ زید اس کو طلاق دیں اس کے بعد اسی زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح آپ سے ہوگا تاکہ جاہلیت کی اس رسم تبنیت پر کاری ضرب لگا کر واضح کر دیا جائے کہ منہ بولا بیٹا احکامِ شرعیہ میں حقیقی بیٹے کی طرح نہیں ہے اور اس کی مطلقہ سے نکاح کرنا بھی جائز ہے۔

اور اسی طرح صحیح بخاری میں عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جب قرآنِ کریم کی یہ آیت نازل ہوئی: ﴿اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ﴾ تو اس آیت کے نزول کے بعد حضرت ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ کے گھر میں بھی ایک مسئلہ پیدا ہو گیا، جنھوں نے سالم کو منہ بولا بیٹا بنایا ہوا تھا، جب منہ بولے بیٹوں کو حقیقی بیٹا کہنے سے روک دیا گیا تو پھر اس سے پردہ کرنا ضروری ہو گیا تھا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ کی بیوی سے فرمایا کہ اس کو اپنا دودھ پلا کر رضاعی بیٹا بنالو، کیونکہ اس طرح تم اس پر حرام ہو جاؤ گی، چنانچہ انھوں نے ایسے ہی کیا۔[1]

اس لیے منہ بولے بیٹے سے گھر والی عورت پردہ بھی کرے گی، اگر ان کی بیٹیاں ہیں تو وہ بیٹیاں بھی شرعی طور پر پردہ کریں گی اور ان بیٹیوں سے اس کا نکاح بھی درست

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الرضاع، باب رضاعة الکبیر؛ سنن أبی داود، کتاب النکاح، باب فیمن حرم به۔

ہے اور وہ حقیقی بیٹوں کی طرح وراثت میں بھی شریک نہیں اور نہ ہی وہ آدمی اس کی ولدیت کی جگہ اپنا نام استعمال کر سکتا ہے، غرضیکہ غیر مرد والے سارے احکامات اس پر لاگو ہوں گے۔ اور اگر ان کے باپوں کا پتہ نہیں تو پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا پھر تم ان کو اپنے بھائی یا دوست کہو، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے زید رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا تھا:

«أَنْتَ أَخُونَا وَمَوْلَانَا»۔[1]

''تم ہمارے بھائی اور دوست ہو۔''

دوسری صورت:

بعض لوگ کاروبار کی غرض سے بیرون ممالک جاتے ہیں یا وہ وہاں پر نیشنلٹی حاصل کرنا چاہتے ہیں یا ان کے علاوہ ان کے اور دنیاوی اغراض ومقاصد ہوتے ہیں جن کی بنیاد پر وہ ولدیت تبدیل کر لیتے ہیں اپنے باپ کے نام کی جگہ پر وہ یورپ وغیرہ میں سکونت اختیار کرنے کے لیے کسی غیر مسلم کا نام بھی لکھ لیتے ہیں تو یہ قطعاً حرام ہے دنیاوی اغراض اور دنیا کے مال وزر کے لیے لوگ اپنے ایمان کا سودا بھی کر لیتے ہیں اور غیرت وحمیت کا قلع قمع کر لیتے ہیں، ایسا کرنے والوں کو اپنے ایمان کی فکر کرنا ہوگی، وہ آدمی یہ سمجھ لے کہ میرا دین اسلام سے کوئی تعلق نہیں رہا نہ ایمان روحانی اور نہ خونی تعلق باقی بچتا ہے اور یہ اللہ کے غصہ اور قہر کو دعوت دینے والی بات ہے، ایسے دوستوں اور ساتھیوں کو رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان اور مذکورہ فرامین ذہن میں رکھنے چاہیے:

«مَنِ ادَّعٰی اِلٰی غَیْرِ اَبِیْهِ لَمْ یَرِحْ رَآئِحَةَ الْجَنَّةِ وَاِنَّ رِیْحَهَا لَیُوْجَدُ مِنْ مَسِیْرَةِ خَمْسِ مِائَةِ عَامٍ»۔[2]

---

[1] صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب عمرة القضاء: 4251؛ مسند أحمد: 1/118؛ مستدرک حاکم: 2/120

[2] مسند أحمد: 2/171؛ سنن ابن ماجه، کتاب الحدود، باب من ادعی الی غیر أبیه أو تولی غیر موالیه: 2611؛ مسند الطیالسی: 2274

”جس نے اپنے آپ کو اپنے باپ کے علاوہ کسی اور کی طرف منسوب کیا وہ جنت کی خوشبو بھی نہیں سونگھے گا اور اس بات میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ جنت کی خوشبو پانچ سو سال کی مسافت سے پائی جائے گی۔“

العیاذ باللہ، اللہ تعالیٰ ہم سب کو محفوظ فرمائے۔

اور یہ شخص جب تک تائب نہیں ہوتا، اللہ تعالیٰ اس کو کبھی معاف نہیں کرے گا اور اس کی توبہ کا طریقہ کار یہ ہے کہ وہ اپنے تمام کاغذات پر اپنی اصل ولدیت لکھے اپنے اس عمل قبیح پر اپنے خالق ومالک سے صدق دل سے معافی مانگے، کیونکہ سچی توبہ کے لیے ضروری ہے کہ پچھلے گناہ کو ترک کرے اور آئندہ نہ کرنے کا پختہ عزم اور ارادہ کرے۔

تیسری صورت:

قرآنِ کریم نے انسان کا قبائل کے لحاظ سے تقسیم کا تصور پیش کیا ہے جیسا کہ سورۃ الحجرات میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

﴿وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوا﴾۔ [1]

”ہم نے تمھیں مختلف شاخوں اور قبیلوں میں تقسیم کر دیا ہے تاکہ تم ایک دوسرے کا تعارف اور پہچان حاصل کرسکو۔“

تو بعض لوگ اپنے قبیلے کو حقیر سمجھ کر اپنے آپ کو ان قبائل کی طرف منسوب کر لیتے ہیں جو قبائل دنیاوی حوالہ سے کچھ عزت اور جاہ ووقار کے حامل ہوتے ہیں اور بعض علمائے کرام کا تو موقف یہ بھی ہے کہ آج کل ہمارے اس پاک وہند میں برادری سسٹم ہے، تو نچلی برادری والا اپنی برادری اور قوم کا نام ختم کر کے اس کی کسی اعلیٰ سمجھی جانے والی برادری اور قوم کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرتا ہے، تو جو لوگ اپنی قوم اور برادری یا قبیلہ تبدیل کرتے ہیں، صحیح مسلم کی اس حدیث مبارکہ کے مصداق ٹھہرتے ہیں:

---

[1] سورۃ الحجرات:13

«وَمَنِ ادَّعَىٰ قَوْمًا لَيْسَ لَهُ فِيهِمْ نَسَبٌ فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ»۔[1]

''اور جس نے ایسی قوم میں سے ہونے کا دعویٰ کیا جس قوم میں اس کا نسب نہیں ہے تو وہ اپنا ٹھکانا آگ میں بنا لے۔''

تو نسب کی تبدیلی کرنے کی یہ تیسری صورت ہے، اس طرح یہ تمام تر بیماریاں ہمارے اندر بڑے ہی غیر محسوس طریقے سے رائج ہو چکی ہیں اور لوگ ان بیماریوں اور بداعمالیوں کو جرم اور گناہ ہی نہیں سمجھتے۔

............*

[1] صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان حال ایمان من قال لاخیہ المسلم یا کافر: 61

سفید بالوں کو سیاہ خضاب لگانے والا

جنت کی خوشبو سے محروم ہونے والے لوگوں میں وہ شخص بھی شامل ہے جس کی داڑھی اور سر میں سفید بال آنا شروع ہوئے تو اس نے ان بالوں کو سیاہ خضاب لگایا اور اپنے بڑھاپے کی سفیدی کو چھپانے کے لیے بھرپور کوشش کرتا رہا، محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس سفیدی کو سیاہی میں بدلنے والا شخص جنت میں جانا تو دور کی بات ہے جنت کی خوشبو سے بھی محروم کر دیا جائے گا۔

سنن أبی داود کی روایت ہے، اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا:

«يَكُوْنُ قَوْمٌ يَخْضِبُوْنَ فِيْ آخِرِ الزَّمَانِ بِالسَّوَادِ كَحَوَاصِلِ الْحَمَامِ، لَا يَرِيْحُوْنَ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ»۔[1]

''آخری زمانے میں ایک قوم ہوگی جو کبوتر کے پوٹوں کی طرح سیاہ خضاب لگائیں گے وہ جنت کی خوشبو سے بھی محروم کر دیے جائیں گے۔''

داڑھی کو سیاہ خضاب لگانے والوں کے لیے نبی اکرم ﷺ نے اس قدر سخت وعید بیان فرمائی ہے لیکن آج ہمارے معاشرے میں لوگ اس کو گناہ ہی نہیں سمجھتے اور جب ان کے سامنے یہ فرمودات وارشادات نبوی رکھے جاتے ہیں تو مختلف قسم کی تاویلات کر کے بات کو ٹالنے کی کوشش کرتے ہیں، نبی کائنات جناب محمد رسول اللہ ﷺ کے فرمان سن کر

---

[1] سنن أبی داود، کتاب الترجل، باب ما جاء فی خضاب السواد، 4/118: 4212؛ مسند أحمد: 1/273؛ سنن الکبری للبیهقی، کتاب القسم والنشوز، باب ما جاء ما یصبغ به، 7/507: 14824

بھی اپنی ضد ہٹ دھرمی اور انانیت پر اڑے رہتے ہیں۔

داڑھی کالی کرنے والے کا چہرہ قیامت کے دن کالا ہوگا:

مجمع الزوائد کی حدیث ہے رسول اللہ ﷺ نے اس گناہ اور معصیت کا ارتکاب کرنے والے شخص کی سزا کو بیان کرتے ہوئے فرمایا:

«وَمَنْ خَضَبَ بِالسَّوَادِ سَوَّدَ اللّٰهُ وَجْهَهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ»۔ [1]

''جس شخص نے سیاہ خضاب لگایا اللہ رب العزت کی ذاتِ گرامی اس کے چہرے کو قیامت کے دن سیاہ کردیں گے۔''

داڑھی کالی کرنے والا رحمت الٰہی سے محروم:

اس جرم عظیم کو مزید عیاں اور واضح کرنے کے لیے محمد رسول اللہ ﷺ نے اپنی زبانِ نبوت سے صراحت فرمائی ہے، سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ اس حدیث کے راوی ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«يَكُوْنُ فِيْ آخِرِ الزَّمَانِ قَوْمٌ يُسَوِّدُوْنَ اَشْعَارَهُمْ لَا يَنْظُرُ اللّٰهُ اِلَيْهِمْ»۔ [2]

''آخری زمانے میں ایسے لوگ ہوں گے جو اپنے بالوں کو سیاہ کیا کریں گے، اللہ رب العالمین ان کی طرف نظر رحمت نہیں فرمائیں گے۔''

بندہ جو بھی نیک اور اچھے اعمال کرنے کی کوشش کرتا ہے وہ رحمت الٰہی کے حصول کے لیے کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے لیے جب کہ داڑھی کو کالا کرنا یہ ایسا عمل ہے جو اللہ کی رحمت کے متوجہ ہونے سے اس کو پھیر دیتا ہے اور بندہ پھر محرومی قسمت کا شکار ہو جاتا ہے۔

---

[1] مجمع الزوائد:5/166

[2] جمع الزوائد:5/164؛ معجم الاوسط للطبرانی:3815۔ (اس کی سند بھی ٹھیک ہے)

سیاہی سے اجتناب کرو:

سیاہی کسی صورت بھی جائز نہیں ہے، اس کے لیے بڑی سخت وعیدیں سنائی گئی ہیں اور نبی کائنات ﷺ نے بڑی سختی سے منع فرمایا ہے۔

صحیح مسلم میں ہے جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

«أُتِيَ بِأَبِي قُحَافَةَ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ وَرَأْسُهُ وَلِحْيَتُهُ كَالثُّغَامَةِ بَيَاضًا فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ غَيِّرُوا هٰذَا وَاجْتَنِبُوا السَّوَادَ»۔[1]

''جب مکہ فتح ہوا تو سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے والد گرامی ابو قحافہ کو نبی کائنات ﷺ کے پاس لایا گیا ان کا سر اور داڑھی ثغامہ (سفید پھولوں والا ایک درخت ہے جو سخت سفید ہوتا ہے) کی طرح سفید تھے اور آپ ﷺ نے فرمایا اس کی سفیدی کو بدلو مگر سیاہی سے بچو۔''

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«غَيِّرُوا الشَّيْبَ وَلَا تُقَرِّبُوهُ السَّوَادَ»۔[2]

''بالوں کی سفیدی کو بدلو اور ان کو سیاہی کے قریب نہ کرو۔''

مندرجہ بالا روایات سے یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہوگئی ہے کہ شریعت اسلامیہ نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے داڑھی کو سیاہ خضاب لگانے سے منع فرمایا اور اس کو حرام قرار دیا ہے اس فعل قبیح کا ارتکاب کرنے والا شخص بہت بڑے گناہ کا ارتکاب کر رہا ہے اور یہی فیصلہ صلحاء امت اور علمائے امت نے ان احادیث کی روشنی میں دیا ہے جن علمائے کرام اور شارحین احادیث نبویہ میں سے بطورِ مثال چند ایک نقل کر رہے ہیں:

---

[1] صحیح مسلم، کتاب اللباس والزینة، باب استحباب خضاب الشیب بصفرۃ أو حمرۃ وتحریمه بالسواد؛ سنن أبی داود، کتاب الترجل، باب ما جاء فی الخضاب، 4/116:4204'

[2] مسند أحمد:3/247؛ جامع الصغیر:4169

1......امام نووی رحمۃ اللہ علیہ صحیح مسلم کی شرح میں اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

يحرم خضابه بالسواد على الاصح۔

''سب سے صحیح ترین قول جو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانِ گرامی کے مطابق ہے وہ یہ ہے کہ داڑھی کو سیاہ خضاب لگانا حرام ہے۔''

اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے جو باب باندھا ہے وہ بھی حرمت کا ہے۔[1]

2......اور نامور شارح حدیث حافظ العصر، حضرت حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

جابر رضی اللہ عنہ والی روایت کے مطابق سیاہ خضاب کے علاوہ مہندی وغیرہ لگانا اس کی اجازت تو ہے لیکن سیاہ کی اجازت نہیں ہے۔[2]

3......اور امام نووی شرح المہذب میں فرماتے ہیں:

والصحيح بل الصواب أنه حرام۔[3]

''اور صحیح بلکہ درست بات یہی ہے کہ سیاہ خضاب لگانا حرام ہے۔''

داڑھی اور سر کے بالوں کو سیاہ خضاب لگانا، اس کی مذمت پر محدثین کا اتفاق ہے، بلکہ صحیح اور درست بات یہ ہے کہ سیاہ خضاب لگانا حرام ہے۔

4......اور شارح ترمذی فاضل جلیل علامہ عبدالرحمٰن مبارک پوری رحمۃ اللہ علیہ اپنی معرکۃ الاراء شرح ''تحفۃ الاحوذی'' میں رقمطراز ہیں:

فقوله صلى الله عليه وسلم اجتنبوا السواد دليل واضح على النهي عن الخضاب بالسواد۔[4]

---

[1] شرح النووی:199/2

[2] فتح الباری:499/6

[3] المجموع شرح المهذب:323/1

[4] تحفة الأحوذی:57/3

''نبی کائنات ﷺ کا فرمانِ گرامی کہ سیاہی سے بچو یہ اس کی حرمت پر واضح اور بین دلیل ہے۔''

سیاہ خضاب پر اتنی بڑی وعید کیوں؟

سیاہ خضاب مختلف ادلہ وبراہین کی روشنی میں رسول کائنات ﷺ کے فرامین کے مطابق حرام ہے، اسی پر ہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور سلف صالحین کا عمل اور مسلک ومنہج ہے۔

اب سوچنے کی بات یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ جو رحمت جہاناں ہیں، روف الرحیم نبی ہیں، انھوں نے ایسے شخص کے لیے اتنی بڑی وعیدیں کیوں سنائی ہیں؟ واللہ اعلم بالصواب وہ بات جو ناچیز کو سمجھ آئی ہے وہ یہ ہے کہ اللہ کی تخلیق کو بدلنے کی عظیم جسارت اور خالق ومالک کائنات کا مقابلہ کرنا اور اللہ تعالیٰ کے نظام کو تبدیل کرنا ہے گویا کہ کالا اور سیاہ خضاب لگانے والا شخص اپنی زبانِ حال اور کردار سے یہ بات ثابت کر رہا ہے کہ اے اللہ آپ میرے بالوں کو اور میری جوانی کی رعنائیوں کو بڑھاپے میں تبدیل کرنا چاہتے ہیں اور میں اس کو تبدیل نہیں ہونے دوں گا تو ایسا شخص اللہ تعالیٰ کو قطعاً پسند نہیں ہے۔

اور دوسری بات یہ ہے کہ اس میں بڑا شدید دھوکہ ہے اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے ساتھ دھوکہ، فراڈ کرنا یہ انتہائی خطرناک معاملہ اور منافقت ہے۔

بڑھاپے کو چھپاتے کیوں ہو؟

جب داڑھی یا سر میں سفید بال آنا شروع ہوتے ہیں تو اس وقت بڑے ایسے لوگ ہیں جو بڑھاپے کی اس سفیدی کو دیکھ کر پریشان وپشیمان ہوجاتے ہیں اور ان سفید بالوں کو نوچتے اور اکھیڑتے ہیں اور جب سفیدی غالب آنا شروع ہوتی ہے تو اس وقت اس بڑھاپے کی سفیدی پر اس قدر گہری اور کاری ضربیں لگاتے ہیں کہ اس کو سیاہی میں تبدیل کر دیتے ہیں۔

کاش! میرے اس بھائی کو جو کالا کر کے اپنی جوانی کو دوام بخشنا چاہتا ہے اور اس

بڑھاپے کو عیب سمجھتا ہے اور اس کو چھپاتا ہے تو اس بات کا علم ہو کہ اس بڑھاپے اور سفید بالوں کی اللہ تعالیٰ کے نزدیک کیا اہمیت اور قدر و قیمت ہے تو وہ کبھی بھی اس معصیت کا ارتکاب نہ کرے۔

اور پھر یہ دل کو سمجھانے والی بات ہے بالوں کو سیاہ خضاب لگا کر آدمی یہ کہے کہ اس کی روٹھی ہوئی جوانی کی قوتیں، طاقتیں، رونقیں اور بہاریں واپس آ گئی ہیں۔

نہیں اللہ کی قسم یہ خام خیالی ہے اور بندے کا اپنی ذات کے ساتھ دھوکے والا معاملہ ہے، ایسا قطعاً نہیں ہوتا ہے اللہ کا نظام جب اس کو سیاہ بال خوبصورت لگتے ہیں تو اس وقت یہ سیاہ ہی ہوتے ہیں اور جب سفیدی میں اس کی عظمت زیادہ ہو تو اللہ سفیدی عطا فرما دیتے ہیں۔

یہ تو نیکیوں کا باعث اور درجات کی بلندی کا ذریعہ ہے:

بالوں کو سیاہ خضاب لگانے والے میرے بھائی! یہی بڑھاپا جس سے تو ڈرتا ہے، جس کو تو چھپاتا ہے، یہ بالوں کی سفیدی اور بڑھاپہ نبی کائنات جناب محمد کریم ﷺ کے فرمان کے مطابق تیرے لیے بڑی سعادتوں کا باعث ہے، اس کی وجہ سے آسمان والا رب تجھے قیامت کے دن بڑی خوشیاں نصیب فرمائے گا، جیسا کہ صحیح ابن حبان کی روایت ہے، سیدنا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ حدیث کے راوی ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«لَا تَنْتِفُوا الشَّيْبَ فَإِنَّهُ نُورُ يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَمَنْ شَابَ شَيْبَةً فِي الْإِسْلَامِ كُتِبَ لَهُ بِهَا حَسَنَةٌ وَحُطَّ عَنْهُ بِهَا خَطِيئَةٌ وَرُفِعَ لَهُ بِهَا دَرَجَةً» [1]

"بڑھاپے کے سفید بالوں کو نوچا اور اکھاڑا نہ کرو، یہ بڑھاپے کے بالوں کی

---

[1] صحیح ابن حبان، کتاب الجنائز، باب ذکر کتبة اللہ جل وعلا الحسنات وحط السیئات، 2985:253/7؛ سنن أبی داود، کتاب الترجل، باب فی نتف الشیب، 4202:115/4

سفیدی تمھارے لیے قیامت کے دن نور کا باعث اور ذریعہ نجات بن جائے گی اور وہ آدمی جو مسلمان ہوا اور اسلام کی حالت میں ہی وہ بوڑھا ہو گیا، اس بندے کے ہر ہر بال کے بدلہ میں اس کے نامہ اعمال میں نیکیاں لکھ دی جاتی ہیں اور اس کے سیئات اور گناہوں والے رجسٹر سے ہر بال کے بدلہ میں ایک گناہ معاف ہو جاتا ہے اور رب العالمین کی جنت میں اس کے درجات کو بلند کر دیا جاتا ہے۔''

اور معجم الاوسط طبرانی کی روایت کے مطابق نبی کائنات جناب محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«لَا تَنْتِفُوا الشَّيْبَ فَإِنَّهُ نُورٌ وَمَنْ شَابَ شَيْبَةً فِي الْإِسْلَامِ كُتِبَ لَهُ بِهَا عَشْرُ حَسَنَاتٍ وَحُطَّ عَنْهُ بِهَا خَطِيئَةٌ وَرُفِعَ لَهُ بِهَا دَرَجَةٌ»۔[1]

''بڑھاپے کے بالوں کو اکھاڑا نہ کرو، کیونکہ یہ نور ہے اور وہ شخص جو اسلام پر زندگی گزارتے ہوئے بوڑھا ہو گیا اس کے نامہ اعمال میں ایک سفید بال کے بدلہ میں دس نیکیاں لکھ دی جاتی ہیں اور دس گناہ معاف ہوتے ہیں اور اللہ کی جنت میں دس درجات بلند کر دیے جاتے ہیں۔''

اور ابن ماجہ کی روایت کے الفاظ یہ ہیں:

«فَإِنَّهُ نُورُ الْمُؤْمِنِ»۔[2]

''کہ بڑھاپے کے سفید بال مومن کا نور ہیں۔''

داڑھی کو سیاہ خضاب لگانے والے بھائیو! کیا تمھیں نیکیاں لینے کی ضرورت نہیں

---

[1] معجم الاوسط للطبرانی: 439/6

[2] سنن ابن ماجہ، کتاب الآداب، باب نتف الشیب، 5/290:3721

ہے؟ کیا تمھیں گناہ معاف کروانے کی ضرورت نہیں ہے؟ کیا تمھیں بلندی درجات کا طمع اور لالچ نہیں ہے؟ کیا تمھیں قیامت کے دن نور اور روشنی کی ضرورت نہیں ہے، اگر ہے تو پھر سیاہ خضاب ترک کر دیں۔

یہی بڑھاپہ قیامت کے دن نجات کا باعث ہوگا:

حضرت خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی معروف زمانہ کتاب تاریخ بغداد میں اسی بڑھاپے کی عظمت کے حوالہ سے ایک روایت نقل کی ہے۔

حضرت امام محمد مسلم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت امام یحییٰ بن اکثم رحمۃ اللہ علیہ فوت ہو گئے تو کچھ ایام کے گزر جانے کے بعد خواب میں ملاقات ہوئی تو میں نے یحییٰ بن اکثم رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا کہ حضرت صاحب بتلائیں:

ما فعل بك ربك؟۔

''آپ کے رب نے آپ کے ساتھ کیا سلوک کیا ہے؟۔''

تو یحییٰ بن اکثم رحمۃ اللہ علیہ نے جواب میں مجھے فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے اپنے سامنے کھڑا کر لیا تھا اور فرمایا تھا:

يا شيخ السوء لولا شيبتك لأحرقتك بالنار۔

''اے برے بوڑھے اگر تیرا بڑھاپہ آڑے نہ ہوتا تو میں تجھ کو جہنم کی آگ کے عذاب سے جلا دیتا۔''

مجھ پر غشی طاری ہوئی تو جب افاقہ ہوا تو پھر میرے ساتھ یہی بات کی تین مرتبہ ایسے ہوا تو آخری دفعہ جب مجھے ہوش آیا تو میں نے عرض کی:

يا رب ما هكذا حدثت عنك۔

''اے میرے خالق ومالک میرے پالنہار رب العالمین! آپ کی ذاتِ گرامی کے متعلق مجھے ایسا تو نہیں بتلایا گیا۔''

تو اللہ تعالیٰ نے مجھے فرمایا: بتلاؤ تجھے کیا بتلایا گیا ہے تو میں نے کہا:

حدثني عبدالرزاق بن همام حدثنا معمر بن راشد عن ابن شهاب الزهري عن انس بن مالك عن نبيك عن جبريل عنك يا عظيم انك قلت : ما شاب لي عبد في الاسلام شيبة إلا استحييت منه ان أعذبه بالنار۔

''مجھے میرے استاد عبدالرزاق بن ھمام نے بیان فرمایا ہے ان کو ان کے استاذ معمر بن راشد نے بیان کیا ہے وہ ابن شہاب زہری سے بیان کرتے ہیں، وہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں وہ تیرے نبی جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں اور تیرے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو جبریل علیہ السلام نے بیان کیا ہے اور جبریل امین علیہ السلام آپ کی ذات جل وعلا سے بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: جو بندہ اسلام میں زندگی گزار کر بوڑھا ہو جاتا ہے عالم پیری کے ایام میں چلا جاتا ہے اس کے بال سفید ہو جاتے ہیں، اس کی سفیدی کی اس طرح لاج رکھتا ہوں کہ مجھے شرم اور حیا آتی ہے کہ میں اپنے اس بوڑھے بندے کو اپنی جہنم کا عذاب دوں۔''

تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: امام عبدالرزاق نے سچ بیان کیا ہے، معمر نے سچ کہا ہے، زہری نے حقیقت ہی بیان کی ہے، انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے سچ کہا ہے، جبریل علیہ السلام نے بھی سچ کہا ہے میرے محبوب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی سچ کہا ہے اور میں رب العالمین نے بھی سچ کہا ہے:

انطلقوا به الى الجنة۔[1]

''میرے فرشتو! اس بوڑھے یحییٰ بن اکثم کی لاج رکھتے ہوئے میرے فرمان

---

[1] تاریخ بغداد: 206/14

کے مطابق اس کو میری نعمتوں والی جنتوں کا مہمان بنا دو۔"

یہ اس بڑھاپے کی عظمت وشان ہے جس کو آج ہم عیب سمجھتے ہیں اسی کی وجہ سے بھی ان شاء اللہ قیامت کے دن آسمان والا رحمان سارے عیبوں پر پردے ڈال کر جنت کے داخلے نصیب فرمائے گا، اس لیے بڑھاپے کے ان بالوں کو کالا کر کے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی نہیں کرنی چاہیے کہیں ایسے ہی نہ ہو کہ قیامت کے دن ہمارا شمار بھی ان لوگوں میں ہو جائے جو حدیث رسول ﷺ کے منکر ہیں اور جنت کی خوشبو سے محرومی جن کا نصیب اور مقدر ہے۔

ایک اہم سوال اور اس کا جواب:

یہاں پر بالوں کی سفیدی کے حوالے سے کچھ احادیث نبویہ ﷺ گزری ہیں کہ سفید بالوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ مذکورہ نعمتیں اور رحمتیں عطا فرماتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ بالوں کو سفید رکھنا چاہیے رنگنا نہیں چاہیے۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ بالوں کو رنگنا چاہیے لیکن وہ رنگ سیاہ نہیں بلکہ زرد رنگ وغیرہ ہونا چاہیے مسند احمد کی روایت ہے، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«اَعْفُوا اللِّحٰی وَخُذُوا الشَّوَارِبَ غَيِّرُوْا شَيْبَكُمْ وَلَا تَشَبَّهُوْا بِالْيَهُوْدِ وَالنَّصَارٰی» ۔[1]

"داڑھیوں کو بڑھاؤ اور مونچھوں کو ترشواؤ اور اپنی سفیدی کو بدلو اور یہود ونصاریٰ کی مشابہت نہ کرو۔"

اور اس روایت کے کچھ الفاظ اس طرح بھی آتے ہیں:

---

[1] مسند أحمد: 2/356

«اِنَّ الْیَهُوْدَ وَالنَّصَارٰی لَا یَصْبِغُوْنَ فَخَالِفُوْهُمْ»۔[1]

''یقیناً یہودی اور نصاریٰ اپنے بالوں کو رنگتے نہیں ہیں، تم ان کی مخالفت کرو اور بالوں کو رنگ دیا کرو۔''

اور خضاب کیسا اور کس رنگ کا لگانا چاہیے اس کے متعلق اسوہ نبوی یہ ہے کہ وہ سیاہ نہ ہو، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کے ذاتی عمل سے ثابت ہے، صحیح بخاری کی حدیث ہے عثمان بن عبداللہ موھب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

دَخَلْتُ عَلٰی اُمِّ سَلَمَةَ فَاَخْرَجَتْ اِلَیْنَا شَعْرًا مِّنْ شَعْرِ النَّبِیِّ ﷺ مَخْضُوْبًا بِالْحِنَّآءِ وَالْکَتَمِ۔[2]

''میں سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس آیا تو انھوں نے نبی اکرم ﷺ کے بالوں میں ایک ایک بال نکالا جس کو مہندی اور کتم کا خضاب لگا ہوا تھا۔''

حنا مہندی کو کہتے ہیں اور کتم ایک بوٹی ہے اس کے پتے زیتون کے پتوں کی طرح ہوتے ہیں، جب ان دونوں کو ملا کر خضاب لگایا جائے تو اس وقت زرد سیاہی مائل رنگ سامنے آتا ہے، اس لیے داڑھی اور سر کے بالوں کو ان احادیث کی روشنی میں رنگنا ضروری ہے، لیکن اس کے لیے جس کے سارے بال بالکل سفید ہو چکے ہیں اگر ملے جلے ہیں سیاہ سفید ہیں تو ایسی صورت میں چاہے تو رنگ لے چاہے تو نہ رنگے۔

باقی ایک اور سوال یہ ہوتا ہے کہ اجر تو سفید بالوں پر ملتا ہے جب ان کو رنگ لیا تو پھر سفیدی تو نہ رہی تو اس کا جواب یہ ہے کہ جب سفید بالوں کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے فرمان کے مطابق سیاہ رنگ کے علاوہ سنت کے مطابق رنگا جائے گا تو وہ بال اللہ کے

[1] صحیح بخاری، کتاب أحادیث الأنبیاء، باب ذکر عن بنی اسرائیل: 3462؛ صحیح مسلم، کتاب اللباس: 2103

[2] صحیح بخاری، کتاب اللباس، باب مایذکر فی الشیب: 5897؛ مسند أحمد: 296/6

ہاں سفید ہی شمار ہوں گے اور آسمان والا رب اپنے محبوب کے فرمان کے مطابق ہمیں ضرور اجر سے بھی نوازے گا۔

آخر میں اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس تحریر کو فائدہ مند بنائے اور جو میرے دوست و بزرگ داڑھیوں کو سیاہ خضاب لگاتے ہیں اللہ ان کو ہدایت نصیب فرمائے، کہیں ایسے نہ ہو کہ اعمال کرنے کے باوجود نبی کائنات ﷺ کے اس فرمان کے مستحق ٹھہر جائیں:

«يَكُوْنُ قَوْمٌ يَخْضِبُونَ فِيْ آخِرِ الزَّمَانِ بِالسَّوَادِ كَحَوَاصِلِ الْحَمَامِ، لَا يَرِيحُونَ رَآئِحَةَ الْجَنَّةِ»۔[1]

"آخری زمانے میں ایک قوم ہوگی جو کبوتر کے پوٹوں کی طرح سیاہ خضاب لگائیں گے وہ جنت کی خوشبو سے بھی محروم کر دیے جائیں گے۔"

............*

[1] سنن أبی داود، کتاب الترجل، باب ما جاء فی خضاب السواد، 4/118: 4212؛ مسند أحمد: 1/273؛ سنن الکبری للبیهقی، کتاب القسم والنشوز، باب ماجاء مایصبغ به، 7/507: 14824

علم دین کو دنیا کے لیے سیکھنے والا

کئی سو سال کی مسافت سے محسوس ہو جانے والی جنت کی خوشبو سے محروم لوگوں میں وہ علماء اور طلباء بھی شامل ہیں جو زبانِ نبوت سے صادر ہونے والے ان اوصاف سے متصف ہیں۔

سنن أبی داود اور دیگر حدیث کی کتابوں میں نبی مکرم جناب محمد ﷺ کا فرمانِ گرامی ہے جو سیدنا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«مَنْ تَعَلَّمَ عِلْمًا مِمَّا يُبْتَغٰى بِهٖ وَجْهُ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ لَا يَتَعَلَّمُهٗ إِلَّا لِيُصِيْبَ بِهٖ عَرَضًا مِّنَ الدُّنْيَا لَمْ يَجِدْ عَرْفَ الْجَنَّةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔ يَعْنِيْ رِيْحَهَا»۔[1]

”وہ شخص جس نے وہ علم حاصل کیا جس سے اللہ تعالیٰ کی رضا مندی اور خوشنودی حاصل کی جائے (یعنی کتاب وسنت کا علم) یہ علم سیکھنے اور پڑھنے کا اس کا مقصد یہ ہے کہ وہ اس علم کے ساتھ دنیا کا فائدہ اٹھائے ایسا شخص قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی جنت کی خوشبو بھی نہیں پا سکے گا۔“

بدترین وہ عالم ہے جس نے کتاب وسنت کا علم سیکھا، اس کے لیے بھرپور محنت وکوشش کی، ہر طرح کی صعوبتیں اور دکھ برداشت کیے، بڑے بڑے کٹھن حالات کا مقابلہ

---

[1] سنن أبی داود، کتاب العلم، باب فی طلب العلم لغیر اللہ، 3/451: 3664؛ صحیح ابن حبان، کتاب العلم، باب ذکر وصف العلم الذی یتوقع دخول النار، 1/279: 78؛ سنن ابن ماجہ، 1/233: 252

کر کے یہ علم سیکھا، صبح دیکھی نہ شام، سفر وحضر کی تھکاوٹیں خاطر میں نہیں لایا، بھوک و پیاس کی شدتیں سہتا رہتا، سفروں کی طوالتوں سے بے نیازی برتتا رہا، لیکن پیچھے سوچ وفکر اور محرکات کیا تھے، صرف دنیاوی طمع ولالچ، دنیا کی جاہ وحشمت، دنیا کا روپیہ پیسہ، یا دنیا کی عزتیں عظمتیں سمیٹنے کے لیے سیکھا، رحمت دو جہانا محمد ﷺ نے فرمایا: اللہ کو اس قدر اس آدمی پر غصہ ہے کہ جنت میں جانا بہت دور کی بات ہے جنت کی خوشبو بھی نہیں پا سکے گا۔

اور مذکورہ روایت سے ملتی جلتی ایک روایت معجم طبرانی اور سنن ترمذی میں آتی ہے۔

غیر اللہ کے لیے علم حاصل کرنے والوں کا انجام کار:

سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«مَنْ طَلَبَ الْعِلْمَ لِيُجَارِيَ بِهِ الْعُلَمَآءَ أَوْ لِيُمَارِيَ بِهِ السُّفَهَآءَ أَوْ يَصْرِفَ بِهِ وُجُوْهَ النَّاسِ إِلَيْهِ أَدْخَلَهُ اللّٰهُ النَّارَ»۔ [1]

”جس نے علماء کے ساتھ جھگڑا اور مناظرہ بازی کی غرض سے یا بے وقوفوں، جاہلوں سے الجھنے کے لیے یا اس لیے کہ وہ اس علم کے ساتھ لوگوں کے چہروں کو اپنی طرف پھیر لے اللہ تعالیٰ نے ایسے شخص کو جہنم کی آگ میں داخل کر دیا ہے۔“

اس حدیث مبارکہ سے بھی یہ وضاحت ہو رہی ہے کہ جس شخص نے دین حنیف اور کتاب وسنت کا علم ریا کاری دکھلاوے یا لوگوں میں اپنی علمی ساخ بنانے کے لیے یا لوگوں کا مال بٹورنے کے لیے حاصل کیا اس بندے سے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کس قدر زیادہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی جہنم ایسے شخص پر واجب قرار دے دی ہے۔

علماء کی قدر ومنزلت قرآن کی نظر میں:

کتاب وسنت کی ورق گردانی کی جائے تو یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہو جاتی

---

[1] سنن ابن ماجه، كتاب الافتتاح، باب انتفاع بالعلم والعمل به، 253:93/1؛ سنن ترمذی، کتاب العلم، باب فيمن يطلب بعلمه الدنيا، 2654:32/5

ہے کہ ایک عالم، کتاب وسنت کو جاننے والے شخص کا اللہ تعالیٰ کے ہاں مقام ومرتبہ کس قدر بلند وبالا اور رفیع ہے، قرآنِ کریم نے بڑی شرح وبسط کے ساتھ علماء کی عظمت وشان کو اُجاگر کیا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ۙ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ⑪﴾۔[1]

''اللہ تعالیٰ تم میں سے ان لوگوں کے جو ایمان لائے ہیں اور جو علم دیے گئے ہیں درجات بلند کر دے گا اور اللہ تعالیٰ ہر اس کام سے جو تم کر رہے ہو بخوبی آگاہ ہیں۔''

یہ آیت کریمہ علماء کرام کی شان وعظمت پر بین دلیل ہے کہ اس کائنات میں بلند ترین درجات ایمان داروں کے ہیں اور پھر ایمان داروں میں سے بھی اعلیٰ وارفع مقام اور درجات پر فائز ہونے والے جو لوگ ہیں وہ اللہ کے دین متین کے علماء ہیں۔

اور اسی طرح سورۃ الفاطر میں اللہ تعالیٰ علماء کے خوف الٰہی کی گارنٹی دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

﴿اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا ۭ﴾۔[2]

''یقیناً اللہ تعالیٰ سے اس کے وہی بندے ڈرتے ہیں جو علم رکھتے ہیں۔''

یعنی اللہ تعالیٰ کی ان قدرتوں اور اس کے کمال صناعی کو وہ لوگ ہی جان اور سمجھ سکتے ہیں جو علم رکھنے والے ہیں، یہاں پر علم سے مراد کتاب وسنت کا علم، اس کی معرفت اور اسرار الٰہیہ کا علم ہے۔

یہ آیت کریمہ بھی علماء کی شان وعظمت پر دلالت کرتی ہے، کائنات میں سب سے

---

[1] سورۃ المجادلۃ:11

[2] سورۃ الفاطر:28

«نَضَّرَ اللّٰهُ امْرَأً سَمِعَ مَقَالَتِيْ فَحَفِظَهَا وَوَعَاهَا وَأَدَّاهَا فَرُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ غَيْرُ فَقِيْهٍ وَرُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ إِلٰى مَنْ هُوَ أَفْقَهُ مِنْهُ».[1]

''اللہ تعالیٰ اس شخص کو تر و تازہ، خوش و خرم رکھے جس نے میرے فرمان کو سنا، اس کو یاد کیا، پھر اس کو محفوظ کیا اور اس کو آگے پہنچایا، کتنے ہی کتاب وسنت کا علم اٹھانے والے ہیں جو غیر فقیہ ہیں اور کتنے ہی حدیث نبوی کے حاملین ہیں جو اس کو ان لوگوں تک پہنچا دیتے ہیں جو ان سے زیادہ فہم وبصیرت اور فقاہت کے مالک ہیں۔''

علماء کرام وہ خوش نصیب لوگ ہیں جن کے لیے اللہ کے رسول حضرت محمد ﷺ نے اپنے دامن رحمت اٹھا کر دعائیں فرمائی ہیں۔

جن ہستیوں کو اللہ تعالیٰ نے اس قدر عزت وعظمت کے ساتھ نوازا ہے وہ علماء ہی ہیں، یہی وہ لوگ ہیں جن کی مجلسوں پر آسمان سے سکینت نازل ہوتی ہے، یہی وہ ہستیاں ہیں جن کا اٹھنا بیٹھنا، سونا جاگنا، سفر وحضر عبادت شمار ہوتا ہے، یہی وہ بلند پایہ لوگ ہیں جن کی وجہ سے رشد وہدایت کا نور باقی ہے، یہی وہ لوگ ہیں جن کے لیے کائنات کی ہر چیز خیر خواہی کی دعائیں کرتی ہے، یہی وہ علماء ہیں جن کو زمین کے ستارے قرار دیا گیا ہے۔

مگر یہ ساری عزتیں، عظمتیں، سرفرازیاں ان علماء کے لیے ہیں جو احیاء دین کے لیے علم دین کو حاصل کرتے ہیں، کیونکہ ایک عالم کا شرف، اس کی فضیلت اس کا تفوق اور برتری اس کے علم وعمل پر منحصر ہے۔

اور اسلام کی نگاہ میں وقعت ہی اس عالم کی ہے جو اپنے علم کے ساتھ عمل کا بھی دھنی ہو، تو پھر ایسے عالم کے لیے دل ونگاہ از راہِ احترام اس کے سامنے بچھ جاتے ہیں، دنیا ان علمائے کرام کے آگے سر تسلیم خم کرتی ہے جن کے آسمان علم پر حسن عمل کا آفتاب سدا

[1] مسند أحمد:183/5؛ سنن الدارمي:238؛ سنن ترمذي:2656؛ سنن أبي داود:3660

«نَضَّرَ اللّٰهُ امْرَأً سَمِعَ مَقَالَتِيْ فَحَفِظَهَا وَوَعَاهَا وَأَدَّاهَا فَرُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ غَيْرُ فَقِيْهٍ وَرُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ إِلٰى مَنْ هُوَ أَفْقَهُ مِنْهُ»۔[1]

''اللہ تعالیٰ اس شخص کو تر و تازہ، خوش و خرم رکھے جس نے میرے فرمان کو سنا، اس کو یاد کیا، پھر اس کو محفوظ کیا اور اس کو آگے پہنچایا، کتنے ہی کتاب وسنت کا علم اٹھانے والے ہیں جو غیر فقیہ ہیں اور کتنے ہی حدیث نبوی کے حاملین ہیں جو اس کو ان لوگوں تک پہنچا دیتے ہیں جو ان سے زیادہ فہم وبصیرت اور فقاہت کے مالک ہیں۔''

علماء کرام وہ خوش نصیب لوگ ہیں جن کے لیے اللہ کے رسول حضرت محمد ﷺ نے اپنے دامن رحمت اٹھا کر دعائیں فرمائی ہیں۔

جن ہستیوں کو اللہ تعالیٰ نے اس قدر عزت وعظمت کے ساتھ نوازا ہے وہ علماء ہی ہیں، یہی وہ لوگ ہیں جن کی مجلسوں پر آسمان سے سکینت نازل ہوتی ہے، یہی وہ ہستیاں ہیں جن کا اٹھنا بیٹھنا، سونا جاگنا، سفر وحضر عبادت شمار ہوتا ہے، یہی وہ بلند پایہ لوگ ہیں جن کی وجہ سے رشد وہدایت کا نور باقی ہے، یہی وہ لوگ ہیں جن کے لیے کائنات کی ہر چیز خیر خواہی کی دعائیں کرتی ہے، یہی وہ علماء ہیں جن کو زمین کے ستارے قرار دیا گیا ہے۔

مگر یہ ساری عزتیں، عظمتیں، سرفرازیاں ان علماء کے لیے ہیں جو احیاء دین کے لیے علم دین کو حاصل کرتے ہیں، کیونکہ ایک عالم کا شرف، اس کی فضیلت اس کا تفوق اور برتری اس کے علم وعمل پر منحصر ہے۔

اور اسلام کی نگاہ میں وقعت ہی اس عالم کی ہے جو اپنے علم کے ساتھ عمل کا بھی دھنی ہو، تو پھر ایسے عالم کے لیے دل ونگاہ از راہِ احترام اس کے سامنے بچھ جاتے ہیں، دنیا ان علمائے کرام کے آگے سر تسلیم خم کرتی ہے جن کے آسمان علم پر حسن عمل کا آفتاب سدا

---

[1] مسند أحمد:5/183؛سنن الدارمی:238؛سنن ترمذی:2656؛سنن أبی داود:3660

نصف النہار پر رہتا ہے، ان علماء کی زندگی سے ایوانِ باطل رعشہ براندام ہوتے ہیں، جن کا چلنا پھرنا، اٹھنا بیٹھنا، موت وحیات صرف اللہ ہی کے لیے ہوتی ہے۔

آئینے کا دوسرا رخ:

جب علماء کے دلوں سے اللہ کا ڈر اور خوف نکل جائے، ان کے دل تقویٰ اور للّٰہیت سے خالی ہوں، اور دین کا علم بھی دنیا کی جاہ وجلالت کے لیے سیکھتے ہوں اور بڑے بڑے ملوک کے سامنے گھٹنے ٹیک دیتے ہوں اور سلاطین کی مدح وسرائی کے جام بھر بھر پیتے ہوں، انسانوں کو اپنا رازق سمجھتے ہوں، عزت ورفعت امریت کے بخشے ہوئے ٹکڑوں کا حصول سمجھتے ہوں، خود نہیں بدلتے اور قرآن کو بدل دیتے ہوں، تو پھر فساد فی الارض کا وہ طوفان اٹھتا ہے جس سے تمام دنیا تہہ بالا ہوتی ہوئی نظر آتی ہے، ایسے فقیہان حرم سے زمین وآسمان پناہ خدا مانگتے ہیں، ایسے ہی علماء جن کا باطن عمل کے جوہر سے خالی ہوتا ہے یقیناً وہ لعنت کے مستحق ٹھہرتے ہیں، جیسا کہ نبی کائنات جناب محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«عُلَمَآءُهُمْ شَرٌّ مِنْ تَحْتِ اَدِيمِ السَّمَآءِ مِنْ عِنْدِهِمْ تَخْرُجُ الْفِتْنَةُ وَفِيهِمْ تَعُوْدُ»۔ [1]

”قرب قیامت فتنوں کے غول علماء کی آغوش میں پناہ گزین ہوں گے اور انہی کی پناہ گاہوں سے نکل کر عوام پر یلغار کریں گے یعنی فسادات، فتن، شرارتوں، بداخلاقیوں کے طوفان کا منبع وماویٰ ایسے ہی علماء سوء ہوں گے، علم پڑھیں گے مراعات وخدمات کے حصول کے لیے۔“

علم پڑھیں گے دنیوی عزت ومناصب کے لیے تاکہ جلب زر میں کسی سے پیچھے نہ رہ جائیں، علم پڑھیں گے نفسانی اغراض کی تکمیل کے لیے، حق دشمنی، علم فروشی، ان کا اساسی

---

[1] **ضعیف**: مشکوۃ:279؛ شعب الإیمان،2/311:1908

اور بنیادی مقصد ہوگا۔

ایسے ہی علماء کے لیے آسمان والے رب نے اعلان فرمایا ہے:

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ كَثِيرًا مِنَ الْأَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لَيَأْكُلُونَ أَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَيَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ﴾۔[1]

''اے ایمان والو! اکثر علماء اور عابد لوگوں کا مال ناحق کھا جاتے ہیں اور اللہ کی راہ سے روک دیتے ہیں۔''

اور نبی محترم جناب محمد رسول اللہ ﷺ نے ایسے علماء کی مذمت کرتے ہوئے فرمایا ہے جو علماء کرام دین کا علم تو سیکھتے ہیں مگر اغراض دین حنیف کی خدمت نہیں بلکہ کچھ اور ہیں یہ وہ بدنصیب علماء ہیں جن کے ساتھ اللہ کی جہنم کی آگ کو بھڑکایا جائے گا، جیسا کہ صحیح مسلم کی حدیث مبارکہ ہے نبی کائنات ﷺ کا فرمانِ گرامی ہے کہ قیامت کے دن تین بندوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی جہنم کی آگ کو بھڑکایا جائے گا، جن میں ایک شہید ہے، دوسرا سخاوت کرنے والا ہے، مگر رب کی رضا اور خوشنودی کے لیے نہیں بلکہ دنیاوی اغراض کے لیے اور تیسرا وہ عالم:

«تَعَلَّمَ الْعِلْمَ وَعَلَّمَهُ وَقَرَأَ الْقُرْآنَ، فَأُتِيَ بِهِ فَعَرَّفَهُ نِعَمَهُ فَعَرَفَهَا، قَالَ: فَمَا عَمِلْتَ فِيهَا؟ قَالَ: تَعَلَّمْتُ الْعِلْمَ، وَعَلَّمْتُهُ وَقَرَأْتُ فِيكَ الْقُرْآنَ، قَالَ: كَذَبْتَ، وَلٰكِنَّكَ تَعَلَّمْتَ الْعِلْمَ لِيُقَالَ: عَالِمٌ، وَقَرَأْتَ الْقُرْآنَ لِيُقَالَ: هُوَ قَارِئٌ، فَقَدْ قِيلَ، ثُمَّ أُمِرَ بِهِ فَسُحِبَ عَلَى وَجْهِهِ حَتّٰى أُلْقِيَ فِي النَّارِ»۔[2]

''جس نے علم حاصل کیا اور لوگوں کو سکھایا اور قرآنِ کریم کو پڑھا، قیامت کے

---

[1] سورة التوبة:34

[2] صحیح مسلم، کتاب الامارة، باب من قاتل للریاء والسمعة، 5032:47/6

دن اس عالم کو پیش کیا جائے گا، اللہ تعالیٰ اس کے لیے فرمائیں گے میں نے تجھ کو نعمتیں عطا فرمائیں، وہ اعتراف کرے گا کہ ہاں اللہ مجھے ضرور نعمتیں عطا کی ہیں، تو اللہ فرمائیں گے تو نے اس پر عمل کیا کیا ہے؟ وہ اللہ کے دربار میں کہے گا میں نے علم حاصل کیا اور لوگوں کو سکھایا اور تیرے راستے میں، میں نے قرآن پڑھا اور پڑھایا، تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: تم جھوٹ بول رہے ہو، تو نے تو علم اس لیے سیکھا کہ لوگ تجھ کو عالم کہیں اور قرآن تو نے اس لیے پڑھا کہ لوگ تجھ کو قاری کہیں اور وہ تجھے کہہ دیا گیا ہے، پھر حکم دیا جائے گا کہ اس کو چہرے کے بل گھسیٹا جائے اور جہنم کی آگ میں ڈال دیا جائے گا۔‘‘

قیامت کے دن ریاکار، دنیاوی اغراض کے لیے علم حاصل کرنے والے علماء کے ساتھ یہ سلوک ہوگا، اس طرح ان کو رب تعالیٰ کے دربار میں ذلیل وخوار ہونا پڑے گا، اللہ تعالیٰ ہم سب کو ایسی ذلت آمیزی سے محفوظ فرمائے، آمین۔

اور نبی کائنات ﷺ کو ایسے عالم پر کتنا غصہ ہے جس نے دین کا علم سیکھا، مگر غرض رب تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی نہ ہوئی، معجم الکبیر کی روایت ہے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

«مَنْ طَلَبَ الْعِلْمَ لِيُجَارِيَ بِهِ الْعُلَمَآءَ أَوْ لِيُمَارِيَ بِهِ السُّفَهَآءَ أَوْ يَصْرِفَ بِهِ وُجُوهَ النَّاسِ إِلَيْهِ أَدْخَلَهُ اللهُ النَّارَ»۔[1]

’’جس نے کتاب وسنت کا علم اس غرض سے حاصل کیا کہ وہ اس علم کے بل بوتے پر علماء کرام پر برتری وفوقیت حاصل کرے اور علماء کے ساتھ فخر وتکبر کرے اور مجالس میں بے وقوف لوگوں کے ہاں اپنے مقام کو بلند کرنے کی کوشش کرے، ایسا عالم اللہ کی جنت کی خوشبو بھی نہیں پا سکے گا۔‘‘

---

[1] سنن ابن ماجه، كتاب الافتتاح، باب انتفاع بالعلم والعمل به، 253:93/1؛ سنن ترمذی، کتاب العلم، باب فیمن یطلب بعلمه الدنیا، 2654:32/5

جس دنیا کے حصول کے لیے علم حاصل کرتے ہو وہ تو ملعون ہے:

جس دنیا کی جاہ وحشمت، مال وزر، روپے پیسے اور عزت وعظمت کے پیچھے بھاگتے ہو، اتنا بلند قدر علم جو رب کی جنت کے حصول کا ذریعہ ہے اس کو تم نے دنیا کے چند ٹکوں کے بدلہ میں بیچ ڈالا ہے، انہی دنیا کے بارہ میں نبی کائنات ﷺ نے فرمایا:

«اَلدُّنیَا مَلْعُوْنَةٌ مَلْعُوْنٌ مَا فِیهَا اِلَّا ذِكْرُ اللّٰهِ تَعَالٰی وَمَا وَالَاهُ وَعَالِمًا أَوْ مُتَعَلِّمًا»۔ ①

''دنیا ملعون ہے اور جو کچھ اس میں سامان ہے وہ بھی ملعون ہے اللہ کے ذکر کے علاوہ اور اس کے متعلقات کے علاوہ اور عالم یا متعلم کے علاوہ۔''

اس حدیث شریف میں پوری دنیا کو لعنت کے اندر شامل کیا گیا ہے، سوائے ذکر اللہ اور عالم دین کے اور طالب علم کے، اس کے باوجود بھی اگر انسان اس دنیا کے لیے علم سیکھے تو وہ شخص لعنتی ہے اور اللہ کی جہنم کا ایندھن بننے والا ہے اور جنت میں اس کا داخل ہونا تو بہت دور کی بات ہے، ایسا بدنصیب رسول اللہ ﷺ کی حدیث کے مطابق:

لَمْ یَجِدْ عَرْفَ الْجَنَّةِ۔

''جنت کی خوشبو بھی نہیں پا سکے گا۔''

بدعمل عالم کا حال:

یہ مذکورہ بد اعمالیوں اور دیگر برے اعمال کرنے والے علماء کے ساتھ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کیسا سلوک کریں گے اس کو نبی کائنات ﷺ کی اس حدیث سے بخوبی سمجھا جا سکتا ہے، صحیح مسلم کتاب الزھد میں نبی اکرم ﷺ کا فرمانِ گرامی ہے:

«یُؤْتٰی بِالرَّجُلِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ، فَیُلْقٰی فِي النَّارِ، فَتَنْدَلِقُ أَقْتَابُ بَطْنِهِ، فَیَدُوْرُ بِهَا كَمَا یَدُوْرُ الْحِمَارُ بِالرَّحٰی، فَیَجْتَمِعُ إِلَیْهِ أَهْلُ النَّارِ،

---

① سنن ترمذی، کتاب الزھد، باب: ماجاء فی ھوان الدنیا علی اللہ: 2322

فَيَقُولُونَ: يَا فُلَانُ مَا لَكَ؟ أَلَمْ تَكُنْ تَأْمُرُ بِالْمَعْرُوفِ، وَتَنْهَى عَنِ الْمُنْكَرِ؟ فَيَقُولُ: بَلٰى، قَدْ كُنْتُ آمُرُ بِالْمَعْرُوفِ وَلَا آتِيهِ، وَأَنْهَى عَنِ الْمُنْكَرِ وَآتِيهِ»۔[1]

''قیامت کے دن ایک آدمی کو لایا جائے اور اس کو جہنم کی آگ میں پھینک دیا جائے گا اور اس کے پیٹ کی آنتیں باہر نکلی ہوئی ہوں گی، وہ ان آنتوں کے اردگرد اس طرح گھوم رہا ہوگا جس طرح گدھا چکی کے اردگرد گھومتا اور چکر کاٹتا ہے اور سارے جہنمی اس آدمی کی طرف جمع ہو جائیں گے اور اس کو کہیں گے اے فلاں کیا تو نیکی کا حکم نہیں دیتا تھا اور برائی سے روکتا نہیں تھا؟ تو وہ جواب میں کہے گا: کیوں نہیں، میں لوگوں کو نیکی کا حکم دیتا تھا لیکن خود نہیں کرتا تھا اور لوگوں کو برائی سے روکتا تھا اور خود برائی کرتا تھا۔''

بدعمل، علماء کو قیامت کے دن ان عذابوں سے دوچار ہونا پڑے گا، اس لیے ہمیں چاہیے کہ ہم اپنی نیتوں کو خوب درست کر کے رکھیں، کتاب وسنت کا علم سیکھیں، پڑھیں پڑھائیں مگر اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے، احیاء دین کے لیے، سنت نبوی کے پرچار کے لیے، رب کی توحید کے لیے، نبی کائنات ﷺ کی نبوت ورسالت کے لیے۔

اور بد اعمالیوں سے اپنے دامن کو بچا کر رکھیں، کہیں ایسے نہ ہو کہ ہمیں بھی ان بدنصیبوں میں شامل ہونا پڑے جن کے لیے رب کی جنت تو دور کی بات ہے، جنت کی ہوا اور خوشبو بھی حرام ہے۔

سیرتِ علمائے ربانی کی چند جھلکیاں:

چشم فلک نے زمین کی پشت پر ایسے علمائے ربانی کی زندگیوں کو بھی دیکھا ہے کہ وہ اس دنیا سے مکمل طور پر بے نیاز اور دنیا کے مال وزر، روپے پیسے، درہم ودینار، جاہ وحشمت،

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الزھد، باب عقوبۃ من یامر بالمعروف: 2989

جائیدادیں غرض کہ دنیا کی ہر چیز سے بے پرواہ اور خاطر میں نہ لانے والے تھے۔

بڑی بڑی آفریں اور دنیا کا طمع اور لالچ نہ ان کے پایہ ثبات میں لڑکھڑاہٹ پیدا کر سکا اور نہ ہی ان کے مضبوط اور تنومند ارادوں کو زیر کر سکا ہے، جس کی زندہ مثال سالم بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کا یہ واقعہ ہے، جو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پوتے ہیں اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے بیٹے ہیں۔

حضرت امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ ''سیر اعلام النبلاء'' میں ابن عیینہ کے حوالہ سے لکھتے ہیں، وہ فرماتے ہیں:

دَخَلَ هِشَامُ الْكَعْبَةَ فَإِذَا هُوَ بِسَالِمِ بْنِ عَبْدِاللهِ فَقَالَ سَلْنِيْ حَاجَةً قَالَ إِنِّيْ أَسْتَحْيِ مِنَ اللهِ أَنْ أَسْئَلَ فِيْ بَيْتِهٖ غَيْرَهٗ۔

''ہشام بن عبدالملک بیت اللہ میں داخل ہوا دیکھا کہ اس کے سائے تلے عالم نبیل ، فاضل جلیل، حضرت سالم بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ بیٹھے ہوئے ہیں، تو ہشام آگے بڑھا اور سالم رحمۃ اللہ علیہ سے مخاطب ہو کر کہنے لگا: اے سالم! آپ کی کوئی حاجت وضرورت ہے تو اس کے بارہ میں مجھ سے سوال کر لیں، مانگ لیں، میں ضرور پوری کروں گا، تو آپ فرمانے لگے: مجھے اپنے خالق ومالک سے شرم آتی ہے کہ میں اس کے گھر میں آ کر اس کے گھر کے سائے تلے بیٹھ کر اس کائنات کے رب کے علاوہ کسی غیر سے سوال کروں، میری ایمانی غیرت اور حرارت اس کو قطعاً ناپسند کرتی ہے۔''

اتنے بڑے دروازے پر آ کر بھی غیروں سے مانگنا تھا تو پھر آنے کی ضرورت ہی کیا تھی، وہاں پر کچھ دیر کے لیے بیٹھے گفتگو ہوئی، بات چیت کرنے کے بعد اب خلیفہ ہشام اس انتظار میں تھا کہ یہ بیت اللہ سے باہر نکلیں تو میں پھر ان سے بات کروں، تو آپ جب وہاں سے فارغ ہو کر باہر نکلے تو خلیفہ صاحب بھی پیچھے پیچھے چلتے آرہے ہیں، باہر نکلے اب

پھر خلیفہ وقت کہتا ہے جناب کوئی ضرورت ہے تو آپ مجھے حکم دیں، اب تو آپ اللہ کے گھر سے باہر ہیں، تو سالم رحمۃ اللہ علیہ نے جو اس وقت خلیفہ کو جواب دیا وہ سونے کے پانی سے لکھنے کے قابل ہے، انتہائی زیادہ مدبرانہ جواب دیا، فرمانے لگے: اچھا اگر آپ زیادہ ہی ضد کرتے ہیں تو پھر مجھے بتلاؤ:

مِنْ حَوَآئِجِ الدُّنْيَا أَمْ مِنْ حَوَآئِجِ الْاٰخِرَةِ۔

''میں آپ سے دنیا کی حاجات وضروریات کا سوال کروں، یا میں آخرت کی سختیوں، شدتوں اور مصیبتوں سے بچنے کے لیے آپ کے سامنے کچھ حاجات رکھوں۔''

فَقَالَ مِنْ حَوَآئِجِ الدُّنْيَا۔

خلیفہ کہتا ہے جناب آپ مجھ سے دنیا کا روپیہ پیسہ، مال وزر، جائیداد، کوٹھی، بنگلے کا سوال کر سکتے ہیں، کیونکہ میرے پاس تو دنیا کا کچھ سامان مہیا اور میسر ہے، میں تو یہ کرسکتا ہوں، آخرت کے حوالہ سے میرے قبضہ میں کچھ بھی نہیں ہے، نہ ہی میں کچھ دے سکتا ہوں۔''

تو سالم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وَاللّٰهِ مَا سَأَلْتُ الدُّنْيَا مَنْ يَّمْلِكُهَا فَكَيْفَ أَسْأَلُهَا مَنْ لَّا يَمْلِكُهَا۔[1]

''ہشام مجھے اللہ رب العزت کی قسم ہے! میں نے تو دنیا کی شان وشوکت اور ریل پیل کا سوال کبھی اس ذات جل وعلا سے نہیں کیا جس کے ہاتھ میں ساری کائنات کے خزانوں کی چابیاں ہیں، پھر اس دنیا اور اس کی زیب وزیبائش کا سوال اس آدمی سے کیسے کرسکتا ہوں جو اس دنیا کا مالک ہی نہیں ہے۔''

---

[1] سیر أعلام النبلاء: 4/466

یہ علماء ربانی کی شان وعظمت ہے کہ ان کے سامنے کائنات کی حکمرانیوں، دنیا کے مال وزر اور روپے پیسے کی کوئی وقعت نہیں ہوتی، انھوں نے جو بھی دین سیکھا وہ خالصتاً رب کی رضا کے لیے سیکھا، جس کا نتیجہ یہ تھا کہ دنیا کے مال وزر نے اور دنیا کے بڑے بڑے حکمرانوں نے ان کے سامنے بڑے بڑے وسائل رکھے، لیکن وہ ان ساری چیزوں سے اس قدر شان بے نیازی کا مظاہرہ کرتے ہیں کہ جس طرح ان کی دنیاوی ضروریات وحاجات ہی نہیں ہیں۔

کاش! آج بھی اللہ علماء کرام کے اندر یہ جذبہ پیدا فرما دے کہ یہ حکمرانوں اور امیرزادوں کے جوتوں کے تلوے چاٹنے کی بجائے اپنے اصلی ضروریات کو پورا کرنے والے رب کے سامنے سربسجود ہو کر اس کا شکر ادا کریں۔

آخرت کی فکر اور دنیا سے بے رغبتی علمائے ربانی کا طرۂ امتیاز ہے:

علمائے ربانی، حق گو، صاف شفاف، دین کے خادمین، رب کی رضا کے لیے زندگی کے ایام گزارنے والے، حکمران طبقہ کے ڈیروں سے پہلو تہی اختیار کرنے والے، دنیا سے بے نیاز اور آخرت کے طلب گار علمائے کرام انھوں نے اپنی زندگی کا ایک ایک لمحہ رب کی رضا مندی اور خوشنودی کے لیے گزارہ ہے اور وہ دنیا کی فکر نہیں کرتے، انھیں رات کی سیاہی، دن کے اجالوں میں، خوشیوں اور غمیوں میں، اگر کوئی چیز ستاتی ہے تو وہ صرف ایک ہی چیز ہے اور وہ تو صرف آخرت کی یاد ستاتی ہے، ان علمائے ربانی میں ایک نام حضرت امام عز الدین ابن عبدالسلام رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔

دنیا سے بے رغبتی اور آخرت کی فکر کا عالم یہ تھا مؤرخین نے لکھا ہے کہ دمشق کی سرزمین ایک دفعہ قحط سالی کی زد میں آ گئی، انسانیت کو بڑی بڑی دشواریوں اور مشقتوں کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا:

حَتّٰی صَارَتِ الْبَسَاتِيْنُ تُبَاعُ بِالثَّمَنِ الْقَلِيْلِ۔

''حتی کہ باغات جائیدادیں اور زمینیں سستے داموں فروخت ہونے لگیں۔''

امام صاحب کی بیوی کے پاس کچھ زیورات تھے، وہ امام صاحب سے کہنے لگیں میرے پاس جو زیورات ہیں ان کو بیچ کر فائدہ اٹھائیں، کچھ باغات سستے خرید لیں جب حالات بدلیں گے تو اس وقت یہ باغات کام آئیں گے۔

فَأَخَذَ ذٰلِكَ الْمِرْصَاغَ وَبَاعَدَ وَتَصَدَّقَ بِثَمَنِهِ فَقَالَتْ يَا سَيِّدِي اِشْتَرَيْتَ لَنَا قَالَ نَعَمْ بُسْتَانًا فِي الْجَنَّةِ اِنِّي وَجَدْتُ النَّاسَ فِي شِدَّةٍ فَتَصَدَّقْتُ بِثَمَنِهِ۔

''امام صاحب نے وہ زیورات لیے سارے بیچ کر صدقہ کر دیے، غریبوں اور مسکینوں میں تقسیم کر دیے،، شام کو واپس آئے، بیوی نے پوچھا کیا باغ خرید لیا ہے، آپ نے فرمایا خرید لیا ہے کہنے لگی کہاں ہے؟ میں بھی دیکھنا چاہتی ہوں، آپ نے فرمایا: اکٹھے دیکھیں گے اور مرنے کے بعد دیکھیں گے، کیونکہ میں نے دنیا کا باغ نہیں خریدا، آخرت کا باغ خریدا ہے، کہنے لگی وہ کیسے؟ آپ نے فرمایا: قحط سالی کا دور دورہ ہے، لوگ بھوکے مر رہے ہیں تجھے باغ کی پڑی ہوئی ہے، میں نے وہ ساری رقم اللہ کی راہ میں صدقہ کر دی ہے۔''

آخرت طلبی اور دنیا سے بے رغبتی ان علماء ربانی کا شیوہ اور طرۂ امتیاز تھا۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ان علمائے کرام کی سیرت کو اپنانے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

............*

بے پردہ عورتیں

جنت کی خوشبو سے محروم ہونے والے بدنصیب لوگوں میں سے ان اوصاف کی حامل عورتیں بھی شامل ہیں جن کا تذکرہ رسول ہاشمی محمد عربی ﷺ نے اپنے فرمان گرامی میں کیا ہے، صحیح بخاری کی حدیث ہے، سیدنا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اس کے راوی ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«صِنْفَانِ مِنْ أَهْلِ النَّارِ لَمْ أَرَهُمَا. قَوْمٌ مَعَهُمْ سِيَاطٌ كَأَذْنَابِ الْبَقَرِ يَضْرِبُونَ بِهَا النَّاسَ. وَنِسَآءٌ كَاسِيَاتٌ عَارِيَاتٌ مُمِيلَاتٌ مَائِلَاتٌ، رُءُوسُهُنَّ كَأَسْنِمَةِ الْبُخْتِ الْمَائِلَةِ، لَا يَدْخُلْنَ الْجَنَّةَ، وَلَا يَجِدْنَ رِيحَهَا، وَإِنَّ رِيحَهَا لَيُوجَدُ مِنْ مَسِيرَةِ كَذَا وَكَذَا» ـ [1]

”جہنمیوں کی دو قسمیں ایسی ہیں جن کو میں نے نہیں دیکھا، (یعنی یہ بعد میں ہوں گی) ایک وہ لوگ جن کے پاس گائے بیل کے دموں کی طرح کوڑے ہوں گے جن سے وہ لوگوں کو ماریں گے دوسری وہ عورتیں جو لباس پہنے ہوئے ہوں گی مگر برہنہ اور ننگی ہوں گی، لوگوں کو اپنی طرف مائل کرنے والی اور خود ان کی طرف مائل ہونے والی ہوں گی، ان کے سر بختی اونٹ کی جھکی ہوئی کوہانوں کی طرح ہوں گے، ایسی عورتیں جنت میں نہیں جائیں گی (بلکہ) اس کی خوشبو بھی نہیں پائیں گی، حالانکہ اس کی خوشبو تو اتنے اتنے فاصلے سے آنی شروع ہو جائے گی۔“

---

[1] صحیح مسلم، کتاب اللباس والزینۃ، باب النساء الکاسیات العاریات، 2128:1680/3

حدیث کا معنی ومفہوم:

کاسیات کا معنی ہے اللہ کی نعمت کا لباس پہنے ہوئے ہوں گی، عاریات نعمت کا شکر ادا کرنے سے عاری ہوں گی اور بعض کے نزدیک عاریات کے معنی ہیں اپنے حسن وجمال اور رعنائی کو واضح کرنے کے لیے بدن کے کچھ حصے کو ڈھانپا ہوا ہوگا اور کچھ کو کھولا ہوگا اور بعض لوگوں نے کہا کہ ایسا باریک لباس پہنے گی جوان کے بدن کے رنگ کو واضح کر رہا ہوگا اور مائلات کا معنی بعض لوگوں کے نزدیک یہ ہے کہ وہ اللہ کی فرماں برداری اور ان چیزوں سے جن کا اہتمام کرنا ان کے لیے ضروری ہے اعراض کرنے والی ہوں گی اور ممیلات وہ عورتیں جو اپنے برے کام اپنے علاوہ دوسرے لوگوں کو بھی سکھائیں اور بعض نے کہا کہ مائلات کا معنی یہ ہے کہ اٹھکیلیاں کرتی ہوئی چلیں گی، ممیلات اپنے کندھوں کو مٹکاتے ہوئے چلیں گی اور بعض لوگوں نے کہا مائلات اپنے بالوں کو اس طرح سنواریں گی جس سے وہ زیادہ پرکشش ہو جائیں ایسا بناؤ سنگھار بدکار عورتوں کا ہوتا ہے اور ممیلات دوسروں کے بالوں کو بھی اس طرح سنوارنے والیاں ان کے سر بختی اونٹ کے کوہانوں کی طرح ہوں گے اور بالوں کا جوڑا وغیرہ کر کے انھوں نے اپنے سروں کو بڑا اونچا کیا ہوگا۔

یہ ان عورتوں کے لیے بڑی سخت ترین وعید ہے جو بے پردگی، بناؤ سنگھار، زیب وزینت اور حسن وجمال کے اظہار کو اپنائیں گی، جو کہ بدکار، بدعنوان، بے غیرت عورتوں کا وطیرہ اور طرۂ امتیاز ہے جو نیم عریاں لباس زیب تن کر کے شاہراؤں پر چلتے مردوں، نوجوان لڑکوں کو عام دعوت زنا دے رہی ہوتی ہیں اور ان کے ایمانوں کو لوٹنے کے لیے بار بار حملے کرتی ہیں اور مردوں کے لیے کشش اور فتنے کا باعث ہوتی ہیں۔

سر کے بالوں کو بھی مختلف اسٹائلوں سے سنواریں گی، اپنی چال ڈھال، ناز وادا سے مردوں کو پرچائیں گی، خود بھی اس حیا باختگی کو اپنائیں گی اور دوسروں کی حیا کے جنازے بھی نکالیں گی، جیسا کہ آج کل مسلمانوں کی بہو بیٹیاں بیوٹی پارلروں، میرج ہالوں، شادی

بیاہ کی تقریبات پر اور یونیورسٹی کالجز کی طالبات غرض کہ شاہراؤں پر چلتی ہوئی جواں سال دوشیزائیں آج اسی منظر کو پیش کر رہی ہوتی ہیں، جن کے لیے کائنات کے امام محمد عربی ﷺ نے آج سے ساڑھے چودہ سو سال پہلے اس وعید شدید کا اعلان فرما دیا تھا۔

بناؤ سنگھار کرنے والیوں کے لیے ارشادِ خداوندی:

وہ عورتیں جو زیب وزینت کر کے، بناؤ سنگھار کر کے، مردوں کی نظروں کا مرکز بنتی ہیں، حقیقی بات تو یہ ہے کہ ان عورتوں نے اپنی عظمت ورفعت اور بلندی کو آج تک سمجھا ہی نہیں ہے۔

اسلام نے عورت کو اتنا وقار، عزت اور آبرو عطا فرمائی ہے کہ اس کو زمین کی پستیوں سے اٹھا کر آسمان کی بلندیوں تک پہنچا دیا ہے اور اس کے تمام تر معاملات، حاجات وضروریات کی ذمہ داری اس کے خاوند کو سونپ دی ہے، تاکہ عورت کو مشقتوں اور مصیبتوں سے دوچار نہ ہونا پڑے اور اس کی عفت وپاک دامنی کی حفاظت کے لیے اس کو حکم صادر فرمایا ہے:

﴿وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَىٰ﴾[1]۔

''تم اپنے گھروں میں ٹکی رہو اور زیب وزینت ظاہر نہ کرو جیسے جاہلیت اولیٰ میں عورتیں زیب وزینت کرتی تھیں۔''

عورت کی جگہ بازار نہیں ہیں، عورتوں کی جگہ دفاتر ومراکز نہیں ہیں، عورتوں کی جگہ منڈیاں نہیں ہیں، عورتوں کی جگہ شاپنگ سنٹرز نہیں ہیں، بلکہ عورتوں کی جگہ گھر کی چار دیواری جہاں پر اس کی عزت بھی محفوظ، جان بھی محفوظ اور عفت وپاک دامنی بھی محفوظ ہے۔

آج عورتوں نے یہ سمجھا کہ ہمیں تو گھر کی چار دیواری میں محبوس کر کے رکھ دیا گیا ہے، ہمیں مردوں کے برابر حقوق نہیں دیے جاتے، ہم بھی مردوں کے شانہ بشانہ چلنا

---

[1] سورۃ الاحزاب:33

چاہتی ہیں، ہمیں مغرب کی عورتوں کی طرح آزادی ہونی چاہیے، ہم کلبوں میں جائیں، دفاتر میں جائیں، ویڈیو سنٹروں میں جائیں، فلمی اداکار بنیں، دوکانیں بنائیں، شاپنگ سنٹر چلائیں، پولیس کی ملازمت کریں، مردوں کے ساتھ عام اداروں میں ہم بھی ان کی ہم رکاب بن جائیں۔

آج کی ماؤں نے، بہنوں نے اور بیٹیوں نے اگر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا کردار پڑھا ہوا ہوتا، سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا کی سیرت کا مطالعہ کیا ہوتا، امہات المومنین کے عمدہ نفیس کردار کو جانا ہوتا، صحابیات مبشرات کی بلند پایہ زندگیوں کا مطالعہ کیا ہوا ہوتا، تو آج اس کی سوچ وفکر یہ نہ بنتی، شاہراؤں پر گندی مکھیوں کی طرح بھنبھاتی نظر نہ آتیں، بن سنور کر ڈائنوں کی طرح بے حیائی اور بے غیرتی کا مظاہرہ نہ کرتیں۔

حضرت امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے امہات المومنین کے کردار وسیرت کی چند جھلکیاں اپنی مایہ ناز کتاب ''تفسیر قرطبی'' میں اسی مذکورہ آیت کریمہ کی تفسیر کرتے ہوئے نقل کی ہیں۔

امہات المومنین کا طرزِ عمل:

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارہ میں رقم طراز ہیں:

أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنهَا كَانَتْ إِذَا قَرَأَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةَ تَبْكِيْ حَتّٰى تَبُلَّ خِمَارُهَا۔

''ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا جب قرآنِ کریم کی اس آیت کریمہ کو پڑھتیں تو بے ساختہ زاروقطار رو پڑتیں، اتنا روتیں کہ اماں جان کا دوپٹہ آنسوؤں سے تر ہو جاتا۔''

امام ابن عطیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ام المومنین کے رونے کا سبب کیا تھا وہ سفر یاد کر کے روتی تھیں جو انھوں نے جنگ جمل کی طرف کیا تھا، اس وقت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا تھا:

إِنَّ اللّٰهَ أَمَرَكَ أَنْ تَقِرِّيْ فِيْ بَيْتِكِ ۔[1]

''اللہ تعالیٰ نے آپ کو گھر کی چاردیواری کے اندر زندگی بسر کرنے کا حکم دیا ہے تم یہ سفر کیوں کر رہی ہو۔''

ام المومنین یہ یاد کر کے رویا کرتی تھیں کہ کل قیامت کے دن آسمان والے رب نے پوچھ لیا تو عائشہ کے پاس کوئی جواب نہیں ہوگا۔

اسلام کی بیٹیو! تمھاری ماں کا تو یہ حال تھا، آج تم نے حیا کی چادر کے کیوں ٹکڑے کر دیے، آج تم نے اپنی ماں کی سیرت و کردار سے کیوں منہ پھیر لیا ہے، آج تم کیوں اپنے جسموں کی نمائش کرتی ہو، آج تمھاری ایمانی غیرت کیوں سو چکی ہے، آج تمھارے آنگن کیوں نوچے جا رہے ہیں، آج تمھاری عفت و پاک دامنی سے کیوں کھیلا جا رہا ہے، آج تم سائن بورڈ اور پوسٹروں کی زینت کیوں بنی ہوئی ہو۔

کیا تمھارے سینے کے اندر دھڑکنے والا دل نہیں، تمھارے پاس ایمان کی حرارت اور جذبہ نہیں، کیا تمھارے پاس حیا کا جوہر نہیں۔

پتہ نہیں تم کس خمیر کی بنی ہو، کس مٹی سے وجود میں آئی ہو، تمھارے دل پتھروں سے بھی زیادہ سخت ہو چکے، آج تم قرآن سنتی ہو، حدیث سنتی ہو، مسائل سے آگاہ ہوتی ہو، پھر بھی بے پردہ، پھر بھی غیر مردوں سے اختلاط، پھر بھی تمھاری تصویریں بازاروں میں لٹک رہی ہیں۔

عائشہ صدیقہ اور حفصہ رضی اللہ عنہا کی سیرت کو پڑھو، سودۃ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا کے حالات زندگی پڑھ کر اپنی زندگیوں کے خطوط متعین کرو۔

تمھاری ماؤں کی کیفیت کیا تھی؟ امام قرطبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں سودہ بن زمعہ رضی اللہ عنہا سے یہ بات کہی گئی اے ام المومنین ہمیں یہ تو بتلائیں:

---

[1] تفسیر قرطبی: 180/14

لِمَا لَا تَحُجِّينَ وَتَعْتَمِرِينَ ؟

''آپ نہ حج کے لیے سفر کرتی ہیں اور نہ ہی عمرہ کی سعادت کے لیے جاتی ہیں۔''

اس کی کیا وجہ ہے تو سودہ رضی اللہ عنہا فرمایا کرتی تھیں:

قَدْ حَجَجْتُ وَاعْتَمَرْتُ وَأَمَرَنِي اللّٰهُ أَنْ أَقِرَّ فِي بَيْتِي ـ

''میں نے بہت حج اور عمرے کر لیے ہیں، اب میرے اللہ کا حکم یہ ہے کہ میں اپنے گھر کی چاردیواری کے اندر زندگی گزاروں اس لیے نہیں نکلتی۔''

جب سے میرے اللہ نے مجھے یہ حکم دیا ہے:

﴿وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَى﴾ ـ [1]

اور راوی کہتا ہے:

فَوَاللّٰهِ مَا خَرَجَتْ مِنْ بَابِ حُجْرَتِهَا حَتّٰى أُخْرِجَتْ جَنَازَتُهَا مِنْ حُجْرَتِهَا رَضْوَانُ اللّٰهِ عَلَيْهَا ـ [2]

''اللہ کی قسم! ام المومنین سودہ رضی اللہ عنہا کبھی اپنے حجرے کے دروازے سے باہر نہیں نکلتی تھیں، حتیٰ کہ آپ کا جنازہ ہی آپ کے حجرہ سے اٹھایا گیا۔''

کاش! آج اسلام کی بیٹیوں کے اندر بھی یہ شعور پیدا ہو جائے اور ان کو یہ علم ہو جائے کہ اسلام کا رب العالمین اور محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہم سے مطالبہ کیا ہے؟ وہ یہی ہے کہ جاہلیت کے بناؤ سنگھار اور اپنے جسموں کی نمائش کو چھوڑو، اپنے حسن وخوبصورتی کو ظاہر کرنا چھوڑو اور باحیا، باعزت اور باغیرت اور اللہ کی نیک اور صالحات بندیاں بن کر زندگی گزارو۔

---

[1] سورۃ الاحزاب:33

[2] تفسیر قرطبی:181/14

تبرج کی ہلاکت خیزیاں:

جو عورتیں بناؤ سنگھار کر کے، نیم عریاں لباس پہن کر، بے پردہ بازاروں کی زینت بنتی ہیں، ان عورتوں کے لیے محمد ﷺ نے جو کچھ فرمایا اس میں سے ایک تو یہ کہ وہ بدنصیب عورتیں جنت میں جانا تو دور کی بات ہے جنت کی خوشبو سے بھی محروم کر دی جائیں گی اور قیامت کے دن اللہ کی دہکتی ہوئی، بھڑکتی ہوئی، شعلہ فگن، جہنم ان کا نصیب اور مقدر ہوگی۔

تبرج کا معنی مفہوم کیا ہے؟

تبرج کا شرعی معنی یہ ہے:

اظهار الزينة وابراز المرأة محاسنها للرجال الأجانب۔

''عورتوں کا اپنی خوبصورتی حسن و جمال اور رعنائی کو، اپنے جسم کے محاسن وخوبیوں اور خد و خال کو اجنبی مردوں کے لیے ظاہر کرنا، واضح کرنا یہ تبرج کہلاتا ہے۔''

ایسے بناؤ سنگھار اور تبرج کے عورت کی زندگی اور اس کی دنیا و آخرت پر ایسے تباہ کن اثرات اور نتائج مرتب ہوتے ہیں جو ایک عورت کی ہلاکت کے لیے ہی نہیں بلکہ اس کے دین و دنیا کی تباہی کے لیے کافی ہوتے ہیں اور وہ اثرات درج ذیل ہیں:

1.....تبرج اور بناؤ سنگھار کرنے والی عورت اللہ اور اس کے رسول کی نافرمان ہے:

اپنے شوہروں کے علاوہ غیروں کے لیے بناؤ سنگھار کرنے والی عورت اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمان عورت ٹھہرتی ہے اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کرنے والا کسی کا کچھ بھی نہیں بگاڑتا وہ اپنا ہی نقصان کرتا ہے، نبی کائنات ﷺ کا فرمانِ گرامی ہے:

«كُلُّ أُمَّتِيْ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ إِلَّا مَنْ أَبٰى فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَنْ يَأْبٰى؟ قَالَ مَنْ أَطَاعَنِيْ دَخَلَ الْجَنَّةَ وَمَنْ عَصَانِيْ فَقَدْ أَبٰى»۔[1]

''میری ساری امت جنت میں داخل ہوگی سوائے ان لوگوں کے جنھوں نے جنت میں جانے سے انکار کر دیا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! کون ہے جو جنت میں جانے سے انکار کرتا ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے میری اطاعت اور فرماں برداری کی وہ جنت میں داخل ہو گیا اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے جنت میں جانے سے انکار کر دیا۔''

اور دوسری حدیث میں آتا ہے کہ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مسند میں نقل کیا ہے:

«خَطَبَ النَّاسَ مُعَاوِيَةُ، بِحِمْصَ، فَذَكَرَ فِيْ خُطْبَتِهِ: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ حَرَّمَ سَبْعَةَ أَشْيَآءَ، وَإِنِّيْ أُبْلِغُكُمْ ذٰلِكَ وَأَنْهَاكُمْ عَنْهُ، مِنْهُنَّ: النَّوْحُ، وَالشِّعْرُ، وَالتَّصَاوِيْرُ، وَالتَّبَرُّجُ، وَجُلُوْدُ السِّبَاعِ، وَالذَّهَبُ، وَالْحَرِيْرُ»۔[2]

''سیدنا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حمص میں لوگوں کو خطبہ ارشاد فرمایا اور اپنے خطبہ میں انھوں نے اس بات کا تذکرہ کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سات چیزیں حرام قرار دی ہیں اور میں تم کو ان کی تبلیغ کر رہا ہوں اور ان سے تمھیں روک رہا ہوں، ان میں سے ایک چیز نوحہ، شعر ہیں، تصاویر، تبرج بناؤ سنگھار، درندوں کی کھالوں کو مسند بنانا، سونے اور چاندی کا استعمال کرنا۔''

ان تمام چیزوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حرام قرار دیا ہے، ان میں ایک تبرج ہے یعنی

---

[1] صحيح بخاری، کتاب الاعتصام، باب الاقتداء بسنن رسول الله ﷺ: 214/13

[2] مسند أحمد: 206/7

جاہلیت کا بناؤ سنگھار اور بے پردگی وعریانی ہے۔

اور اسی طرح سنن نسائی کی روایت ہے،عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

«أَنَّ نَبِيَّ اللهِ ﷺ كَانَ يَكْرَهُ عَشْرَ خِصَالٍ وَذَكَرَ مِنْهُنَّ التَّبَرُّجَ بِالزِّينَةِ لِغَيْرِ مَحِلِّهَا».[1]

''عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اللہ کے نبی ﷺ دس چیزوں کو ناپسند جانتے تھے اور ان میں سے ایک تبرج ہے یعنی شوہر کے علاوہ غیروں کے سامنے بناؤ سنگھار کر کے جانا۔''

جیسا کہ آج ہمارے معاشرے میں ہے کہ عورت گھر میں شوہر کے لیے بنتی سنورتی ہو یا نہ ہو،لیکن بازار جاتے وقت، شادی وغیرہ کی تقریبات پر ہاف بازو پہن کر، باریک اور ٹائٹ لباس پہن کر غیر مردوں کے سامنے اپنے حسن وجمال کو واضح کر کے فخر محسوس کرتی ہیں اور اپنے کزنوں سے سوال کرتی ہیں بتلاؤ کیسی لگ رہی ہوں؟

شریعت اسلامیہ نے اس طرزِ زندگی کو انتہائی خطرناک اور حرام قرار دیا ہے، اللہ ہمیں اور ہمارے معاشرے کو سمجھ عطا فرمائے، آمین۔

2......تبرج اکبر الکبائر میں سے ہے:

اسی طرح بناؤ سنگھار کرنے والی عورتیں کبیرہ گناہ کا ارتکاب کرتی ہیں، جیسا کہ مسند احمد کی حدیث ہے امیمہ بنت رقیقہ نبی کائنات جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوئیں اور عرض پرداز ہوئیں اے اللہ کے رسول! میں اسلام پر بیعت کرنا چاہتی ہوں، نبی کائنات ﷺ نے فرمایا:

«أُبَايِعُكِ عَلَى أَنْ لَا تُشْرِكِي بِاللهِ شَيْئًا، وَلَا تَسْرِقِي وَلَا تَزْنِي، وَلَا تَقْتُلِي وَلَدَكِ، وَلَا تَأْتِي بِبُهْتَانٍ تَفْتَرِينَهُ بَيْنَ يَدَيْكِ وَرِجْلَيْكِ، وَلَا

[1] سنن نسائی: 141/8

تَنُوحِيْ، وَلَا تَبَرَّجِيْ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُوْلَى»۔[1]

''میں تجھ سے اس بات پر بیعت لیتا ہوں کہ تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کروگی، نہ چوری چکاری کروگی، نہ زنا کاری وبدکاری کروگی، نہ اپنی اولاد کو قتل کروگی اور نہ ہی ایسی بہتان بازی کروگی جس کو آپ نے اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان سے گھڑا ہوگا اور نہ ہی تم نوحہ کروگی اور نہ ہی جاہلیت کے بناؤ سنگھار کروگی۔''

میری ماؤں بہنو، بیٹیو! سوچنے کا مقام ہے کہ نبی کائنات ﷺ نے کیسے اس گناہ کو یعنی تبرج اور بناؤ سنگھار کرنے کو کبیرہ گناہوں کے ساتھ ملایا ہے، جو کہ انتہائی خطرناک اور ہلاک کردینے والے گناہ ہیں۔

3 ...... تبرج کرنے والی عورتیں لعنتی اور رحمت الٰہی سے محروم:

اسی طرح بناؤ سنگھار کر کے زیب وزینت سے آراستہ ہوکر جو عورتیں غیر مردوں کے سامنے آتی ہیں وہ عورتیں لسانِ نبوت سے لعنت کی مستحق ٹھہر چکی ہیں اور رحمت الٰہی سے محرومی ان کا نصیب اور مقدر ہوگی، جیسا کہ عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

«سَيَكُوْنُ فِيْ آخِرِ أُمَّتِيْ نِسَاءٌ كَاسِيَاتٌ عَارِيَاتٌ عَلَى رُؤُوسِهِنَّ كَأَسْنِمَةِ الْبُخْتِ الْعَنُوْهُنَّ فَإِنَّهُنَّ مَلْعُوْنَاتٌ»۔[2]

''ایک وقت آئے گا کہ میری امت میں ایسی عورتیں ہوں گی جو کپڑے پہننے کے باوجود ننگی ہوں گی ان کے سر بختی اونٹ کی کوہان کی طرح جھکے ہوئے ہوں گے، میری امت کے لوگو تمھارا یہ حق بنتا ہے کہ تم ان پر لعنت کرو، کیونکہ

---

[1] مسند أحمد: 2/196

[2] مسند أحمد: 3/453

وہ ملعونہ عورتیں ہیں۔''

اے اسلام کے دعویدارو، مومن ومسلمان کہلانے والو، بے پردہ بیوی، بے پردہ بہن، ننگے منہ ماں، سر سے دوپٹہ اتار کر لوگوں کی نظروں کا مرکز بننے والی بیٹی کو ساتھ لے کر بازاروں میں گھومنے والو، موٹر سائیکل پر سوار ہو کر پارکوں میں لے جانے والو، ہاف بازو، باریک لباس پہنا کر ہوٹلوں کا قصد کرنے والو، لہنگے، ساڑیاں پہنا کر میرج ہالوں میں بیٹیوں کی نمائش لگانے والو، میک اپ کروا کے شادیوں میں اور دوستوں کی مجالس ومحافل میں لے جانے والو، کبھی تم نے تدبر کیا، کبھی تمھارے دل پر چوٹ لگی، کبھی آپ کے ضمیر نے آپ کی مردہ سماعت وبصارت پر تھپیڑے لگائے ہیں کہ میں ایک لعنتی عورت کا بھائی ہوں، لعنتی اور اللہ کی نافرمان عورت کا بیٹا ہوں، میں ایک رحمت الٰہی سے دھتکاری ہوئی عورت کا شوہر ہوں، اگر تجھے یہ چیزیں یاد ہوں تو پھر تو کبھی بھی بیوی کے بازوؤں میں بازو ڈال کر اپنی بیوی کو لوگوں کے سامنے نہ لائے۔

بلکہ تو ان کو پردہ کا حکم دے اور اپنی عزیزہ کو اپنی بیٹی وماں کو، اپنی بیوی کو اللہ کے عذابوں اور اس کی لعنت سے محفوظ کر لے۔

4 ......تبرج وبناؤ سنگھار کرنا جہنمیوں کا وصف ہے:

تبرج کی صفت سے متصف عورتیں زبانِ نبوت سے جہنم کا ایندھن قرار پا چکی ہیں، جیسا کہ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«صِنْفَانِ مِنْ أَهْلِ النَّارِ لَمْ أَرَهُمَا، قَوْمٌ مَعَهُمْ سِيَاطٌ كَأَذْنَابِ الْبَقَرِ يَضْرِبُونَ بِهَا النَّاسَ، وَنِسَاءٌ كَاسِيَاتٌ عَارِيَاتٌ مُمِيلَاتٌ مَائِلَاتٌ، رُءُوسُهُنَّ كَأَسْنِمَةِ الْبُخْتِ الْمَائِلَةِ، لَا يَدْخُلْنَ الْجَنَّةَ، وَلَا يَجِدْنَ رِيحَهَا، وَإِنَّ رِيحَهَا لَيُوجَدُ مِنْ مَسِيرَةِ كَذَا وَكَذَا»۔[1]

---

[1] صحیح مسلم، کتاب اللباس والزینۃ، باب النساء الکاسیات العاریات، 2128:1680/3

”دو قسم کے لوگ اللہ کی جہنم کے انگارے بن چکے ہیں، میں نے وہ دیکھے نہیں ہیں، ان میں سے ایک وہ عورتیں جہنمی ہیں جو لباس تو پہنتی ہیں لیکن اس کے باوجود برہنہ اور ننگی ہوتی ہیں، لوگوں کو اپنی طرف مائل کرنے والی ہیں اور لوگوں کی طرف مائل ہونے والی ہیں ایسی عورتیں جنت میں نہیں جائیں گی، بلکہ اس کی خوشبو بھی نہیں پائیں گی، حالانکہ اس کی خوشبو اتنے اتنے فاصلے سے آنا شروع ہو جائے گی۔“

5...... تبرج و بناؤ سنگھار قیامت کے دن عورت کے لیے ظلمت کا باعث ہوگا:

اپنی خوبصورتی اور تزئین کو غیر مردوں کے سامنے ظاہر کرنے والی عورتیں قیامت کے دن ظلمت و تاریکی اور سخت گیر اندھیرے میں ڈوبی ہوئی ہوں گی اور ان کے لیے روشنی کا تصور تک بھی نہیں ہوگا، جیسا کہ حضرت امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اپنی معروف کتاب ”سنن ترمذی“ میں حدیث لائے ہیں، میمونہ بنت سعد جو کہ رسول اللہ ﷺ کی خادمہ تھیں، وہ بیان کرتی ہیں رحمت کائنات جناب محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«مَثَلُ الرَّافِلَةِ فِي الزِّينَةِ فِي غَيْرِ أَهْلِهَا كَمَثَلِ ظُلْمَةِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ لَا نُورَ لَهَا»۔[1]

”اس عورت کی مثال جو بناؤ سنگھار کر کے، زیب و زیبائش اور زیورات سے آراستہ و پیراستہ ہو کر غیر مردوں کے سامنے ناز و نخرے اور تبختر انہ انداز میں چلتی ہے وہ قیامت کے دن سیاہی اور تاریکی میں ڈوبی ہوئی ہوگی اور اس کے لیے روشنی کا کوئی سلسلہ نہیں ہوگا۔“

اور ایک روایت میں آتا ہے کہ ایسی عورت کی ذات کو اللہ تعالیٰ سیاہ بنا دیں گے اور

---

[1] **ضعیف:** سنن ترمذی، کتاب الرضاع، باب ماجاء فی کراھیۃ خروج النساء فی الزینۃ: 1167

مسند فردوس کے الفاظ ہیں:

«اِنَّهَا تَأْتِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ سَوْدَاءُ مُظْلِمَةٌ كَاَنَّهَا مُتَجَسِّدَةٌ مِنْ ظُلْمَةٍ»۔

”شوہر کے علاوہ غیر کے سامنے اپنے حسن و جمال کو کھولنے والی عورت قیامت کے دن سیاہ رنگ کے ساتھ آئے گی، گویا کہ اس کا پورا جسم سیاہی سے بنا ہوا ہے۔“

اے میری بہن! بتلا اگر تجھے قیامت کے دن اس صورتِ حال سے دو چار ہونا پڑا تو تیری کیفیت کیا ہوگی؟ اس لیے آج ہی فکر کر لو اور حجاب شرعی کی نورانی چادر کو اوڑھ لو تا کہ قیامت کے دن سیاہی سے بچ سکو اور اللہ کی جنت کی رعنائیاں اور زیورات تجھے نصیب ہو سکیں۔

6......تبرج کرنے والی عورت منافقہ ہے:

لوگوں کے سامنے اپنے حیا کا سودا کرنے والی، حسن کو دوبالا کر کے غیر مردوں کے سامنے آنے والی عورت کو جناب محمد کریم ﷺ نے منافقہ عورت قرار دیا ہے۔

ابو اذینہ صدفی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«خَيْرُ نِسَآئِكُمُ الْوَدُوْدُ الْوَلُوْدُ الْمُوَاتِيَةُ الْمُوَاسِيَةُ إِذَا اتَّقَيْنَ اللهَ وَشَرُّ نِسَآئِكُمُ الْمُتَبَرِّجَاتُ الْمُتَخَيِّلَاتُ وَهُنَّ الْمُنَافِقَاتُ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ»۔[1]

”تمہاری بہترین عورتیں وہ ہیں جو محبت کرنے والیاں ہوں، زیادہ بچے جننے والیاں ہوں، تمہارے ساتھ چمٹ جانے والیاں ہوں، اور تمہاری مدد کرنے والیاں ہوں اور تمہاری شریرترین اور بدترین عورتیں وہ ہیں جو بناؤ سنگھار کر کے ناز و نخرے کرتی ہوئی غیر مردوں کے سامنے چلتی ہیں اور ان کی توجہ کا مرکز

---

[1] سنن الکبری للبیہقی: 82/7؛ سلسلة الأحاديث الصحيحة: 1849

بنتی ہیں، یہ عورتیں منافقہ ہیں اور یہ جنت میں داخل بھی نہیں ہو سکیں گی۔"

اور منافقوں کے بارہ میں اعلان خداوندی ہے:

﴿إِنَّ الْمُنَافِقِينَ فِي الدَّرْكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ﴾۔ [1]

"منافق لوگ قیامت کے دن اللہ کی جہنم کے سب سے نچلے گھڑے میں ہوں گے۔"

جہاں پر ان کی کوئی دادرسی بھی نہیں کر سکے گا۔

7......تبرج فحاشی ہے:

یہ بات تو ٹھوس حقیقت کی حامل اور مسلم ہے کہ عورت پردہ ہے اور جب پردہ کھل جائے تو فحاشی عام ہوتی ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَإِذَا فَعَلُوا فَاحِشَةً قَالُوا وَجَدْنَا عَلَيْهَا آبَاءَنَا وَاللَّهُ أَمَرَنَا بِهَا ۗ قُلْ إِنَّ اللَّهَ لَا يَأْمُرُ بِالْفَحْشَاءِ ۖ أَتَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ﴿٢٨﴾﴾۔ [2]

"جب وہ فحاشی وعریانی کرتے ہیں تو کہتے ہیں ہم نے اپنے آباؤ اجداد کو ایسے ہی پایا اور اللہ نے ہمیں معاذ اللہ فحاشی کا حکم دیا ہے، اے محبوب پیغمبر ﷺ آپ اعلان فرما دیں یقیناً اللہ تعالیٰ فحاشی کا حکم نہیں دیتا تم تو اللہ کے بارے میں ایسی باتیں کر رہے ہو جن کا تم کو علم نہیں ہے۔"

اور شیطان وہ ہے جو تم کو فحاشی وعریانی، بے حیائی و بے غیرتی اور دیوثی کا حکم دیتا ہے:

﴿الشَّيْطَانُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَيَأْمُرُكُم بِالْفَحْشَاءِ﴾۔ [3]

"شیطان تمھارے ساتھ فقیری کے وعدے کرتا ہے اور تم کو فحاشی و بے غیرتی

---

[1] سورۃ النساء:145

[2] سورۃ الأعراف:28

[3] سورۃ البقرۃ:268

کا حکم دیتا ہے۔"

تبرج اور بناؤ سنگھار کر کے غیروں کو دکھانے والی عورت کے اندر ایسے جرثومے ہوتے ہیں جو بڑے خبیث اور نقصان دے ہوتے ہیں اور اسلامی معاشرے میں فحاشی وعریانی کو رائج کرتے ہیں۔

سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک فرمان بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«اَیُّمَا امْرَأَۃٍ اسْتَعْطَرَتْ ثُمَّ خَرَجَتْ عَلٰی قَوْمٍ لِیَجِدُوْا رِیْحَھَا فَھِيَ زَانِیَۃٌ فَھِيَ زَانِیَۃٌ وَکُلُّ عَیْنٍ زَانِیَۃٌ»۔[1]

"وہ عورت جو خوشبو وغیرہ لگا کر بناؤ سنگھار کر کے اپنے گھر سے باہر نکلتی ہے ایسے لوگوں پر جو اس کی خوشبو کو پالیں تو وہ عورت اللہ کے ہاں زانیہ اور بدکار لکھی جاتی ہے اور اس کو دیکھنے والی ہر آنکھ بھی زانیہ ہے۔"

یعنی ایسی عورت جب تک، جتنی دیر تک ایسی حالت وکیفیت میں رہتی ہے اس عورت کا یہ سارا وقت زنا کاری شمار ہوگا، آج بھی کوئی پسند کرتا ہے کہ میری ماں، بہن، بیٹی کسی کی ہوس کا نشانہ بنے اور اس بے عزتی اور بے غیرتی سے دو چار ہو؟ کوئی بھی پسند نہیں کرتا، تو پھر ان کو بے پردہ، نیم عریاں لباس میں، باہر نکالنے والو، یونیورسٹیوں اور کالجز کے ہاسٹلوں میں چھوڑنے والو، بتلاؤ نبی کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان گرامی کے مطابق تمھاری بیٹیاں کیسے زنا سے بچ سکتی ہیں؟!

اگر ان بیٹیوں کے خیر خواہ ہو، اگر بہنوں کی عزت وآبرو اور ناموس کی حفاظت کرنے والے ہو، تو پھر ان کو حجاب اوڑھا دو، ان سے جہالت وبربریت کے بناؤ سنگھار ختم کروا دو، ان کی دینی تربیت کرو۔

---

[1] مستدرک حاکم: 4/288؛ مسند احمد: 6/199

بے پردہ عورت کا حیا قتل ہو جاتا ہے:

اللہ تعالیٰ نے صحابیات و مبشرات کو ایمان کی وہ نعمت عظمیٰ، سوچ کی وہ بلندی اور عمل کی وہ مضبوط چٹانیں عطا فرمائی تھیں کہ بڑے بڑے دکھ، پریشانیاں، مصائب و آلام، کٹھن حالات اور دشواریاں بھی ان کے پایا ثبات میں لڑکھڑاہٹ پیدا نہیں کر سکیں اور ان کی عملی زندگی کو متاثر نہ کر سکیں۔

تاریخ کے دریچوں میں اور کتب احادیث کے اوراق کو پلٹ کر دیکھیں تو وہاں ایک نام سیدہ ام خلاد رضی اللہ عنہا کا بھی دکھائی دیتا ہے، جو عورت ایمان کی حرارت، شدت، مضبوطی میں اس قدر بے مثال عورت ہے امام ابوداود رحمۃ اللہ علیہ اپنی سنن میں لکھتے ہیں ایک عورت آمنہ کے لال جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور اس کی حالت کیا ہے؟

وَهِيَ مُنۡتَقِبَةٌ، تَسۡأَلُ عَنِ ابۡنِهَا۔ [1]

"اس نے نقاب اوڑھا ہوا ہے، شرعی پردہ کیا ہوا ہے اور میدان کارزار میں، میدان حرب وضرب میں دشمنانِ اسلام کے خلاف برسر پیکار، شیر دل بہادر نوجوان جو کہ دشمن کے خلاف لڑائی کے جوہر دکھاتا ہوا شہید ہو گیا ہے تو یہ عورت اپنے اس بچے کے متعلق پوچھنے اور دریافت کرنے کے لیے آئی۔"

نقاب اور پردے کی حالت میں دیکھ کر بعض لوگوں نے کہا:

جِئۡتِ تَسۡأَلِينَ عَنِ ابۡنِكِ وَأَنۡتِ مُنۡتَقِبَةٌ؟۔

"تم اپنے بیٹے کے بارہ میں پوچھنے آئی ہو اور آپ نے نقاب کیا ہوا ہے؟۔"

جب کہ آپ کا بیٹا جامِ شہادت نوش کر چکا ہے، تو اس عورت نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحابیہ نے جو جواب دیا تھا، کاش آج بھی وہ جواب مسلمان کی بہو بیٹی کو سمجھ آ جائے اگر سمجھ آ جائے تو فتنہ وفساد ختم ہو سکتے ہیں، لڑائیاں جھگڑے ختم ہو سکتے ہیں، بیٹیوں کی عزتیں

---

[1] **ضعیف**:ابوداود:2488

محفوظ ہوسکتی ہیں، فحاشی وعریانی کے امڈتے ہوئے سیلاب تھم سکتے ہیں اور لو میرج کی شکل میں عدالتوں میں شادیاں کر کے ماں باپ اور بھائیوں کی کٹتی ہوئی ناک بچ سکتی ہے، غرض کہ معاشرہ امن کا گہوارہ بن سکتا ہے۔

اس عورت نے کہا:

إِنْ أُرْزَأَ ابْنِي فَلَنْ أُرْزَأَ حَيَائِي.

''مجھے نقاب کے بارہ میں کہنے والو، میرا بیٹا شہید ہوا ہے، میرے بیٹے کا جسم کٹا پھٹا ہے، میرا لختِ جگر قتل ہوا ہے، لیکن میرا حیا تو قتل نہیں ہوا، حیا تو باقی ہے، عزت باقی ہے، غیرت باقی ہے، عظمت وعصمت کو آسمان والے رب نے محفوظ فرمایا ہے۔''

اس لیے بے پردہ عورتوں کے اندر سے حیا، غیرت نام کے تمام تر جواہرات ختم ہو چکے ہیں، ان کو قتل کر دیا گیا ہے، میری بہنو! اب مرضی آپ کی ہے، حجاب کی چادر اوڑھ لو اپنی عزت محفوظ کر لو یا بے پردگی اور فحاشی وعریانی کا ارتکاب کر کے اپنے حیا کو ٹکڑے ٹکڑے اور قتل کروالو۔

عورتوں کے لیے پردہ کا حکم ہے:

اس کے برعکس اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو باپردہ رہنے کا حکم صادر فرمایا ہے، دیانت داری، حیا اور عفت والی زندگی گزارنے کا حکم دیا ہے، امہات المومنین اور صحابیات کی زندگی آج ہمارے سامنے کھلی روشن کتاب ہے، ان اللہ کی بندیوں نے جب قرآن کی اس آیت کریمہ کو سماعت کر لیا تو فوراً پوری زندگی کے لیے اپنے اوپر نافذ کر لیا:

﴿يَاأَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ﴾.[1]

---

[1] سورۃ الأحزاب:59

”اے نبی! اپنی بیویوں، بیٹیوں اور مومنوں کی عورتوں سے کہہ دو کہ وہ اپنے اوپر اپنی چادریں اوڑھ لیا کریں۔“

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو یہ حکم فرمادیا ہے کہ اپنی بیویوں، بیٹیوں اور مومنوں کی عورتوں کو پردہ کا حکم دیں، کیونکہ پردہ ہی عورت کی عزت وآبرو کا حقیقی اور سچا محافظ ہے، جب عورت باپردہ زندگی گزارتی ہے تو اس کی زندگی بڑی باوقار وسنجیدہ اور متانت والی بن جاتی ہے اور جس طرح بے پردگی کے نقصانات ہیں اور اس کی وجہ سے جنت نعیم سے محرومی ہی نہیں بلکہ اس کی خوشبو بھی نہیں پا سکے گی، بعینہٖ جو عورت باپردہ زندگی گزارتی ہے وہ کل قیامت کے دن اللہ رب العالمین کی عطا کردہ نعمتوں سے فیض یاب ہوگی اور اسی پردہ کے شریعت اسلامیہ نے بڑے فضائل ومناقب بیان فرمائے ہیں جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

1 ...... پردہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت ہے:

اللہ تعالیٰ نے اپنی اور اپنے پیارے حبیب محمد رسول اللہ ﷺ کی اطاعت شعاری اور فرماں برداری کو ہر مرد اور عورت پر واجب قرار دیا ہے، اس کے بغیر کوئی کسی بھی طرح کا چارہ کار نہیں ہے، اس کے بغیر کامیابی نہیں ہے، بلکہ ناکامی اور نامرادی انسان کا مقدر بن جاتی ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں ارشاد فرمایا:

﴿وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ۭ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ۝۳۶ۭ﴾[1]

”کسی مومن مرد اور مومنہ عورت کے شایانِ شان اور لائق نہیں کہ جب اللہ اور اس کا رسول کسی معاملے کا فیصلہ کر دیں تو ان کو اپنے اس معاملے میں کوئی

[1] سورۃ الأحزاب:36

اختیار ہو جو کوئی اللہ اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا، پس تحقیق وہ گمراہ ہو گیا ہے، ظاہر گمراہ ہونا۔“

اور دوسری آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ مومنہ عورتوں کو پردے کا حکم دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

﴿وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ﴾۔[1]

”اے پیارے پیغمبر! آپ مومن عورتوں سے کہہ دیجیے کہ وہ اپنی نظروں کو پست رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں اور اپنا بناؤ سنگھار ظاہر نہ کریں مگر وہ جو ان سے ظاہر ہو اور چاہیے کہ وہ اوڑھے رکھیں اپنی اوڑھنیاں اپنے گریبانوں پر۔“

اور عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی بہن کے بارے میں سوال کیا:

نَذَرَتْ اَنْ تَحُجَّ حَافِيَةً غَيْرَ مُخْتَمِرَةٍ فَقَالَ مُرُوْهَا فَلْتَخْتَمِرْ وَلْتَرْكَبْ وَلْتَصُمْ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ۔[2]

”جس نے نذر مانی ہوئی تھی کہ وہ ننگے پاؤ اور اوڑھنی اوڑھے بغیر حج کرے گی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو حکم دو کہ وہ چادر لے اور سواری پر سوار ہو اور تین دن روزے رکھے۔“

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو پردے کا حکم دیا ہے۔

---

[1] سورۃ النور: 31

[2] **ضعیف**: ابن ماجہ: 2134

اب اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا فرمان آ جانے کے بعد جو عورت پردہ نہیں کرتی وہ تو انتہائی زیادہ گناہ گار ہے، جو پردہ کر لے اس نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت اور فرماں برداری کی ہے اور جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرتا ہے وہی حقیقی معنوں میں کامیاب وکامران ہے۔

جیسا کہ ارشادِ ربانی ہے:

﴿وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا﴾۔[1]

''اور جو بھی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت وفرماں برداری کرتا ہے وہ بہت بڑی کامیابی حاصل کر چکا ہے۔''

اس لیے پردہ اور حجاب اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت اور فرماں برداری ہے اور اطاعت شعاری ہی اللہ تعالیٰ کو مطلوب ہے۔

پردہ ایمان ہے:

پردہ ایسا جلیل القدر عمل ہے جو اللہ تعالیٰ کی مومنہ بندیوں کا شیوہ اور امتیازی حیثیت ہے اور اللہ تعالیٰ نے حجاب کا حکم اور خطاب جب بھی کیا ہے مومنات کو کیا ہے، جیسا کہ قرآنِ کریم اس پر شاہد ہے:

﴿قُلْ لِّلْمُؤْمِنَاتِ﴾۔ اے میرے محبوب پیغمبر مومنہ عورتوں کو حکم دے دیں۔

﴿وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ مومنوں کی عورتوں کو، یعنی مومنات کو پردہ کا حکم دیں۔

ان آیات بینات سے پتہ چلتا ہے کہ حجاب ایمان ہے اور ایمان دار عورتوں کا طرۂ امتیاز ہے، اسی طرح ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس بنوتمیم کی کچھ عورتیں آئیں ان عورتوں پر باریک کپڑے تھے، تو ام المومنین نے دیکھا اور فرمایا:

اِنْ كُنْتُنَّ مُؤْمِنَاتٍ فَلَيْسَ هٰذَا بِلِبَاسِ الْمُؤْمِنَاتِ۔

---

[1] سورۃ الأحزاب:71

''اگر تم مومنات وایمان دار عورتیں ہو تو پھر تمھیں اپنے لباس کی طرف، اپنے دوپٹے اور چادروں کی طرف نظر ثانی کرنا ہوگی، کیونکہ جو لباس تم نے زیب تن کیے ہوئے ہیں یہ مومنہ اور ایمان دار عورتوں کے لباس نہیں ہیں۔''

کیونکہ ایسی عورتوں کے لیے ہی رسول اللہ ﷺ نے وہ شدید وعید بیان فرمائی ہے:

كَاسِيَاتٌ عَارِيَاتٌ۔

''لباس پہننے کے باوجود ننگی ہوں گی۔''

جنت میں داخلہ تو بہت دور کی بات ہے جنت کی خوشبو بھی نہیں پا سکیں گی:

وَإِنْ كُنْتُنَّ غَيْرَ مُؤْمِنَاتٍ فَتَمَتَّعْنَ بِهِ۔ [1]

''اور اگر تم غیر مومنہ ہو، ایمان سے خالی ہو، تمھارے دامن ایمان کی نعمت عظمیٰ سے خالی ہیں تو پھر تم اس لباس سے خوب فائدہ اٹھاؤ، اس کے نتائج تمھیں قیامت کے دن اللہ کے دربار میں بھگتنا پڑیں گے۔''

اور اسی طرح تفسیر قرطبی میں امام قرطبی رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے:

ادخلت امرأة عروس عليها وعليها خمار قبطي معصفر فقالت ام المومنين لم تومن بسورة النور امرأة تلبس هذا۔ [2]

''ایک دلہن ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس لائی گئی اس کے اوپر زرد رنگ کا قبطی باریک دوپٹہ تھا، تو ام المومنین نے فرمایا: کیا تم سورۃ النور کے ساتھ ایمان نہیں رکھتی ہو، عورت اور ایسا لباس اور دوپٹہ، یہ تو مومنہ عورتوں کی شان اور عظمت کے خلاف ہے۔''

اس لیے پردہ علامات ایمان ہی نہیں بلکہ ایمان ہے اور جو عورتیں بے پردہ غیر

---

[1] تفسیر قرطبی: 244/14

[2] تفسیر قرطبی: 244/14

مردوں کے سامنے آتی ہیں وہ جان لیں کہ ہمارے دل ایمان کی ضیا پاشیوں سے خالی ہیں، ان میں ایمان کی شمع فیروزاں نہیں ہے، لہٰذا ایسی بہنوں، ماؤں اور بیٹیوں کو اپنے ایمان کی فکر کرنی چاہیے۔

اور باپ کو اس بات کی طرف تدبر کرنا ہوگا کہ اگر بیٹی بے پردہ ہے تو پھر وہ ایمان سے خالی ہے۔

بھائی کو سوچنا ہوگا کہ اگر میری بہنیں بے پردہ ہیں تو وہ ایمان سے خالی ہیں۔

شوہر کو سوچنا ہوگا کہ میری رفیقہ حیات بے پردہ ہے تو وہ ایمان کی دولت سے محروم ہے۔

کبھی فکر ہوئی، کبھی خیر خواہی نے تیرے قلب وجگر میں انگڑائی لی ہے کہ میں ان کو پردہ کا حکم دوں اور وہ ایمان کی عظیم نعمت سے بھی سرفراز ہو جائیں، اللہ کی جہنم سے بچ جائیں اور جنت کی حق دار بن جائیں، اگر فکر نہ کی تو یہی بہن، یہی بیٹی، یہی بیوی تیرے لیے قیامت کے دن ناکامی ونامرادی، ذلت اور رسوائی کا بہت بڑا پیغام ہوگی۔

حجاب و پردہ عورت کے لیے طہارت و پاکیزگی کا ذریعہ:

رب کائنات نے پردے کی مشروعیت کی حکمت کو بیان فرمایا اور اپنے اس فرمان میں بڑے اجمال واختصار سے صراحت فرمائی ہے:

﴿وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعًا فَسْـَٔلُوهُنَّ مِن وَرَآءِ حِجَابٍ ۚ ذَٰلِكُمْ أَطْهَرُ لِقُلُوبِكُمْ وَقُلُوبِهِنَّ ۚ﴾ [1]

”جب تم ان سے کوئی سوال کرو تو حجاب اور پردہ کے پیچھے سے سوال کرو، یہ تمھارے دلوں کے لیے بھی اور ان کے دلوں کے لیے بھی صفائی وستھرائی، نفاست وعمدگی اور پاکیزگی کا ذریعہ ہے۔“

اس آیت کریمہ میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے نص قائم کر دی ہے کہ حجاب اور پردہ واقعتاً

---

[1] سورۃ الاحزاب:53

عورتوں اور مردوں کے دلوں کی طہارت کا ذریعہ ہے، کیونکہ جب آنکھ نہیں دیکھے گی تو دل بھی طمع نہیں کرے گا، آنکھ دیکھے گی تو دل للچائے گا، برائی پر، نجاست وپلیدگی پر ضرور ابھارے گا، جب انسان دیکھے گا نہیں تو پھر فتنوں سے بھی محفوظ ہو گا، آزمائشوں سے بچ جائے گا، کیونکہ غیر محرم عورتوں کی طرف دیکھنا مردوں کے لیے فتنہ ہے، تو پھر اس سے یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں اور واضح ہے کہ پردہ دل کو صاف کرتا ہے، پردہ ہی شکوک وشبہات کی نفی کرتا ہے، پردہ بہتان تراشیوں اور افترا ازیوں سے دور رکھتا ہے اور عصمت وآبرو اور پاک دامنی کا ذریعہ ہے۔

حجاب اور پردہ حیا کی علامت ہے:

باپردہ عورت باحیا عورت ہوتی ہے اور ایک عورت کی زیب وزینت کو جب پردہ ڈھانپ لیتا ہے تو ایسی کیفیت میں وہ عورت لوگوں کی نظروں سے محفوظ ہو جاتی ہے۔

اور حیا ہی دنیا اور آخرت کی زندگی ہے، جس کے پاس حیا نہیں وہ دنیا میں بھی مردہ اور آخرت میں بھی بدبختی اس کا مقدر اور نصیب ہو گی اور حیا ایسی صفت ہے کہ جس کے ساتھ انسان بڑے بڑے رذیل اور ردی اخلاق سے بچ جاتا ہے۔

نبی کائنات جناب محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«اَلْحَيَاءُ لَا يَأْتِي اِلَّا بِخَيْرٍ»۔[1]

"حیا خیر اور بھلائی کا ہی ضامن ہے۔"

دوسری حدیث کے الفاظ ہیں:

«اَلْحَيَاءُ وَالْاِيْمَانُ قُرِنَا جَمِيْعًا فَاِذَا رُفِعَ اَحَدُهُمَا رُفِعَ الْآخَرُ»[2]

---

[1] صحيح بخاري، كتاب الأدب، باب الحيا: 433/10؛ صحيح مسلم: 37؛ سنن أبي داود، كتاب الأدب، باب الحيا: 4796

[2] مستدرک حاکم: 22/1

''حیا اور ایمان کو ملا دیا گیا ہے، اکٹھا کر دیا گیا ہے، جب ایک ان دونوں میں سے مفقود ہو جائے تو دوسرا بھی ساتھ ہی ختم ہو جاتا ہے۔''

اور ایک حدیث میں حیا کو جنت کا ذریعہ قرار دیا ہے:

«اَلْحَيَآءُ مِنَ الْاِيْمَانِ وَالْاِيْمَانُ فِي الْجَنَّةِ وَالْبَذَآءُ مِنَ الْجَفَآءِ وَالْجَفَآءُ فِي النَّارِ»۔ [1]

''حیا ایمان سے ہے اور ایمان والا ہی جنت میں جائے گا اور فحش گوئی و بدکلامی بے کار اور رائیگاں ہے اور بے کار اور فضول چیزیں اللہ کی جہنم میں لے جانے والی ہیں۔''

اور اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا:

«وَمَا كَانَ الْحَيَآءُ فِي شَيْءٍ إِلَّا زَانَهُ»۔ [2]

''حیا جس میں آ جاتا ہے، جس دل میں ڈیرے ڈال لیتا ہے اس کو مزین اور خوبصورت کر دیتا ہے۔''

حیا کی چادر سے بڑھ کر کوئی چیز بھی عورت کے لیے اچھی اور بہتر نہیں ہو سکتی، اسی سے ہی عورت کی عفت وطہارت اور حسن تربیت واضح ہوتی ہے۔

حجاب و پردہ ہی غیرت ہے:

باپردہ عورت باغیرت عورت ہوتی ہے اور وہ مرد جن کی مائیں، بہنیں، بیٹیاں باپردہ ہوتی ہیں وہی لوگ غیرت مند ہوتے ہیں، اگر پردہ نہ ہو تو وہ عورتیں بھی بے غیرت شمار ہوں گی اور اس گھر کے افراد بھی بے غیرت ہی شمار ہوں گے۔

جیسا کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

---

[1] سنن ترمذی، کتاب البر و الصلة، باب ما جاء فی الحیا: 2010

[2] سنن ترمذی، کتاب البر و الصلة والآداب، باب ما جاء فی الفحش: 1975

«ثَلَاثَةٌ لَا يَنْظُرُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ اِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، الْعَاقُ لِوَالِدَيْهِ، الْمَرْأَةُ الْمُتَرَجِّلَةُ، وَالدَّيُّوثُ.»[1]

''تین لوگ ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ قیامت والے دن ان کی طرف نظر التفات بھی نہیں کریں گے، (1) والدین کا نافرمان، (2) مردوں کی مشابہت اختیار کرنے والی عورت، (3) اور دیوث۔''

علماء کرام نے دیوث کا جو معنی متعین کیا ہے وہ یہ ہے کہ یہ غیور کی ضد ہے، یعنی بے غیرت آدمی کو دیوث کہا جاتا ہے۔

اس لیے باپردہ عورتیں ہی باغیرت اور اللہ سے ڈرنے والی ہیں۔

جنتی عورت کی علامات:

کچھ بدنصیب عورتیں ایسی ہیں کہ جن کے لیے شدید وعید سنائی جا چکی ہے کہ وہ عورتیں رب تعالیٰ کی جنت میں جانا تو بہت دور رہا، ان کو اللہ تعالیٰ کی جنت کی خوشبو سے بھی محروم کردیا جائے گا، حالانکہ جنت کی خوشبو پانچ سو سال کی مسافت سے آنا شروع ہو جائے گی۔

اور کچھ خوش نصیب، اللہ والیاں، اپنے خالق و مالک کے احکامات کی پابند عورتیں اللہ تعالیٰ ان پر اس قدر خوش اور راضی ہوں گے کہ ان کے لیے رب العالمین کی جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیے جائیں گے اور اعلانِ خداوندی ہوگا کہ اے میری بندیو! آج تمھارے لیے میں نے جنت کے سارے دروازے کھول دیے ہیں جس دروازے سے تمھارا جی چاہتا ہے اسی دروازے سے میری جنت کی مہمان بن جاؤ۔

وہ کون ہیں جو ان متعدد اوصاف اور خصائل حمیدہ کی مالکہ عورتیں ہوں گی، جن اوصاف کو رسول اللہ ﷺ نے اپنی اس حدیث میں بیان فرما دیا ہے:

---

[1] شعب الایمان: 7/412: 10799

«إِذَا صَلَّتِ الْمَرْأَةُ خَمْسَهَا وَصَامَتْ شَهْرَهَا وَحَصَّنَتْ فَرْجَهَا وَأَطَاعَتْ بَعْلَهَا دَخَلَتْ مِنْ أَيِّ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ شَاءَتْ»۔[1]

''عورت جب پانچ نمازیں ادا کرتی ہے اور رمضان المبارک کے روزے رکھتی ہے اور اپنی شرم گاہ کی حفاظت کرتی ہے اور اپنے شوہر کی اطاعت وفرماں برداری کرتی ہے جنت کے جس دروازے سے چاہے گی جنت میں داخل ہو جائے گی، آٹھوں دروازے اس کے لیے کھول دیے جائیں گے۔''

آج بھی عورت اگر ان خوبیوں سے مرصع ہو جائے تو اس کے لیے ان شاء اللہ یہی اعلان ہوگا کہ میرے احکام کے مطابق زندگی گزارنے والی میری بندی میں نے آپ کے گناہوں کو معاف فرما دیا ہے۔

............*

[1] صحیح ابن حبان:4163:471/9

ذمی کو قتل کرنے والا

جنت کی خوشبو سے محروم ہونے والے بدنصیب لوگوں میں وہ شخص بھی شامل ہے جو کسی ذمی کو بغیر کسی جرم کے قتل کر دیتا ہے، جیسا کہ عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«مَنْ قَتَلَ نَفْسًا مُعَاهِدًا لَمْ يَرِحْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ وَإِنَّ رِيحَهَا لَيُوجَدُ مِنْ مَسِيرَةِ أَرْبَعِينَ عَامًا» ۔[1]

''جس نے کسی ایسے آدمی کو قتل کیا جس کے ساتھ معاہدہ طے ہے، یعنی ذمی ہے وہ جنت کی خوشبو بھی نہیں پا سکے گا اور جنت کی خوشبو چالیس سال کی مسافت سے آنا شروع ہو جائے گی۔''

ذمی کی تعریف:

لغوی تعریف ہے کسی کے ساتھ عہد و پیمان کرنا یعنی کسی کو امان دینا، ضمانت دینا اور کفالت کرنا۔

شرعی اصطلاح میں تعریف:

کفار کو اپنی سرزمین پر رہنے کی اجازت دینا، ان کے مال ومتاع اور جان کی حفاظت کرنا اور جذیۃ کے بدلے میں ان کا دفاع کرنا۔ اور ان کی طرف سے کسی بھی طرح کے نقصان و بغاوت سے محفوظ رہنے کا وعدہ لینا۔

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الدیات، باب اثم من قتل ذمیا بغیر جرم: 6914

اہل ذمہ کو ٹھہرائے کون؟

اہل ذمہ کو امام یا اس کا نائب ہی ٹھہرا سکتا ہے اور ان کے ساتھ عہد و پیمان کر سکتا ہے، کیونکہ یہ مسئلہ انتہا درجہ کا حساس معاملہ ہے اور بڑی بصیرت اور محنت واحتیاط کے ساتھ اس کا تعلق ہے اور حکمران اور امام وقت جانتا ہے کہ وہ ان کو اجازت دے یا نہ دے، کیونکہ بسا اوقات ایسے بھی ہو سکتا ہے کہ یہ لوگ گٹھ جوڑ کر کے مسلمانوں کو نقصان پہنچانا شروع کر دیں۔

اہل ذمہ کا قتل حرام ہے:

اہل ذمہ جب تک مقرر کردہ شروط و قیود کے پابند رہیں اس وقت تک ان کو قتل کرنا حرام ہے، جیسا کہ سنن ابی داود میں حدیث آتی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«مَنْ قَتَلَ رَجُلًا مِنْ اَهْلِ الذِّمَّةِ لَمْ يَجِدْ رِيحَ الْجَنَّةِ وَاِنَّ رِيحَهَا لَيُوجَدُ مِنْ مَسِيرَةِ سَبْعِينَ عَامًا» ۔[1]

”جس نے کسی ذمی آدمی کو قتل کیا وہ جنت کی خوشبو بھی نہیں پا سکے گا اور جنت کی خوشبو ستر سال کی مسافت سے آنا شروع ہو جائے گی۔“

اور ترمذی کی روایت کے الفاظ ہیں، سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«أَلَا مَنْ قَتَلَ نَفْسًا مُعَاهَدَةً لَهُ ذِمَّةُ اللهِ وَذِمَّةُ رَسُولِهِ فَقَدْ اَخْفَرَ بِذِمَّةِ اللهِ فَلَا يَرِحُ رَآئِحَةَ الْجَنَّةِ وَاِنَّ رِيحَهَا لَيُوجَدُ مِنْ مَسِيرَةِ سَبْعِينَ عَامًا» ۔[2]

”خبردار! جس نے کسی ایسے شخص کو قتل کیا جس کے ساتھ معاہدہ ہے جس کے

---

[1] کنز العمال:31/32۔ مسند احمد:477/7

[2] سنن الکبری بیہقی:19201:1/2

لیے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا ذمہ ہے تو یقیناً اس نے اللہ تعالیٰ کے ذمہ کو توڑ ڈالا ہے، وہ شخص جنت کی خوشبو بھی نہیں پا سکے گا اور جنت کی خوشبو ستر سال کی دوری سے آنا شروع ہو جائے گی۔"

میں اللہ کا ذمہ کیسے توڑوں؟

اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ذمہ کو توڑنا بہت بڑا جرم ہے اور شریعت اسلامیہ نے ایسے شخص کے لیے بڑی شدید وعید سنائی ہے، اس لیے مومن اللہ تعالیٰ کے ذمہ کو نہیں توڑتا۔

معجم طبرانی کی روایت ہے اعمش رحمہ اللہ بیان فرماتے ہیں:

كان سالم بن عبدالله رحمه الله قاعدا عند الحجاج فقال له الحجاج قم فاضرب عنق هذا۔

"سالم بن عبداللہ رحمہ اللہ حجاج بن یوسف کے پاس بیٹھے ہوئے تھے تو حجاج بن یوسف کہنے لگا، سالم جاؤ اس آدمی کی گردن اتار دو۔"

تو سالم رحمہ اللہ نے تلوار پکڑی اور اس آدمی کو قتل کرنے کے لیے ساتھ لیا اور محل کے دروازے کی طرف بڑھے، تو عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سالم رحمہ اللہ کے والد انھوں نے سالم کی طرف دیکھا اور فرمایا کیا تو اس آدمی کو قتل کرے گا؟ دو تین مرتبہ انہوں نے یہ بات دہرائی تاکہ سالم اس کو چھوڑ دیں، لیکن انہوں نے نہ چھوڑا، جب وہاں سے نکلے تو سالم رحمہ اللہ نے اس آدمی سے سوال کیا:

صليت الغداة؟

"کیا آپ نے فجر کی نماز ادا کی ہے؟"

تو اس آدمی نے جواب میں کہا: جی ہاں، میں نے نمازِ فجر باجماعت ادا کی ہے، تو سالم رحمہ اللہ نے فرمایا:

فَخُذْ أَيَّ طَرِيقٍ شِئْتَ۔

"جس رستے سے آپ جانا چاہتے ہیں چلے جائیں۔"

ہم نے آپ کا رستہ صاف کر دیا ہے، پھر سالم رحمۃ اللہ علیہ حجاج بن یوسف کے پاس آئے، تلوار کو پھینک دیا، تو حجاج بن یوسف نے پوچھا کیا تو نے اس آدمی کو قتل کر ڈالا ہے یا نہیں؟ تو سالم رحمۃ اللہ علیہ فرمانے لگے: نہیں، میں نے قتل نہیں کیا، حجاج بن یوسف نے پوچھا کیوں؟ فرمانے لگے:

إِنِّيْ سَمِعْتُ أَبِيْ هٰذَا يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ صَلَّي الْغَدَاةَ كَانَ فِيْ ذِمَّةِ اللّٰهِ حَتّٰى يُمْسِيَ۔

"میں نے اپنے باپ (یعنی عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ) سے سنا آپ فرما رہے تھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے فجر کی نماز ادا کی وہ شام تک اللہ کے ذمہ میں آ گیا۔"

اس لیے حجاج میں ساری کائنات کے بادشاہ کے ذمہ کو کیسے توڑ سکتا ہوں، تو عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے اس وقت فرمایا تھا:

فَكَيِّسٌ إِنَّمَا سَمَّيْنَاكَ سَالِمًا لَتَسْلَمَ۔[1]

"اے سالم تم کتنے دانا اور عقل مند ہو، ہم نے آپ کا نام سالم اس لیے رکھا تھا تاکہ آپ ایسے جرائم سے سلامت رہیں۔"

ذمہ کس کے لیے:

بہت سارے فقہاء کا موقف ہے کہ جزیہ ہر طرح کے کافر سے لے کر اس کو ذمہ دیا جا سکتا ہے، وہ عربی ہو یا عجمی ہو، اہل کتاب ہو یا بت پرست ہو، اس کی دلیل رسول اللہ ﷺ کا فرمان گرامی ہے جس کو سلیمان بن بریدہ اپنے باپ بریدہ رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں:

---

[1] معجم الکبیر للطبرانی: 192/12

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا أَمَّرَ أَمِيْرًا عَلٰى جَيْشٍ أَوْ سَرِيَّةٍ أَوْصَاهُ فِيْ خَاصَّتِهٖ بِتَقْوَى اللّٰهِ وَمَعَهٗ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ خَيْرًا ثُمَّ قَالَ اغْزُوْا بِسْمِ اللّٰهِ قَاتِلُوْا مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ اغْزُوْا فَلَا تَغُلُّوْا وَلَا تَغْدِرُوْا وَلَا تُمَثِّلُوْا وَلَا تَقْتُلُوْا وَلِيْدًا۔ ①

''رسول اللہ ﷺ جب بھی کسی کو کسی سریہ اور لشکر پر امیر متعین کرتے تو اس کو خاص طور پر اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کا حکم دیتے اور مسلمانوں کے ساتھ بھلائی کرنے کا حکم دیتے تھے، پھر آپ فرماتے: اللہ کے نام کے ساتھ نکلو اور جس نے اللہ کے ساتھ کفر کیا اس کے ساتھ لڑو، نہ خیانت کرنا، نہ دھوکا دینا، نہ مثلہ کرنا اور نہ کسی بچے کو قتل کرنا اور جب مشرکین میں سے کسی دشمن سے نبرد آزما ہو تو اس کو تین چیزوں کی طرف دعوت دو، اگر وہ تینوں میں سے ایک بھی قبول کر لیں تو ان سے رُک جاؤ، پھر انہیں اسلام کی طرف دعوت دو، اگر وہ جواب دیں تو آپ ان سے قبول کر لیں اور ان پر حملہ کرنے سے رک جائیں، پھر ان کو دعوت دو اپنے گھروں سے دار المہاجرین میں منتقل ہو جائیں۔''

وَأَخْبِرْهُمْ أَنَّهُمْ إِنْ فَعَلُوْا ذٰلِكَ فَلَهُمْ مَا لِلْمُهَاجِرِيْنَ وَعَلَيْهِمْ مَا عَلَى الْمُهَاجِرِيْنَ۔

''اور ساتھ ان کو اس بات سے بھی آگاہ کر دیں کہ اگر وہ ہماری اس بات کو مان لیں تو ان کے لیے وہی سہولیات ہیں جو مہاجرین کے لیے ہیں اور ان پر وہی ذمہ داریاں ہیں جو مہاجرین پر ہیں۔''

اور اگر وہ منتقل ہونے سے انکار کر دیں تو پھر ان کو بتلا دیں کہ ان پر بھی وہی احکامات جاری ہوں گے جو اعرابیوں اور دیہاتیوں پر لاگو ہیں، مالِ غنیمت اور مال فے

سے ان کا کوئی حصہ نہیں ہو گا، ہاں اس وقت ان مالوں کے حق دار بنیں گے، جب مسلمانوں کے ساتھ مل کر علم جہاد تھام لیں گے، اگر وہ اس بات کا بھی انکار کریں تو پھر ان پر جزیہ ہے اگر وہ مان جائیں تو ان سے قبول کر لو اور ان پر حملہ کرنے سے رک جاؤ۔

فَإِنْ هُمْ أَبَوْ فَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ وَقَاتِلْهُمْ۔ [1]

''اگر وہ اس کا بھی انکار کریں تو پھر اللہ تعالیٰ سے نصرت وتائید مانگتے ہوئے ان سے اعلانِ جہاد کر دو۔''

اور جب تم ان کا محاصرہ کر لو، انہیں اپنے نرغے میں لے لو تو وہ لوگ تم سے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا ذمہ مانگیں تو انہیں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا ذمہ دینے کے بجائے اپنا ذمہ دے دو۔

اس حدیث نبوی سے ثابت ہوتا ہے کہ ہر طرح کے کافر کو ذمہ دیا جا سکتا ہے۔

مرتد کو ذمہ نہیں ملے گا:

ہر طرح کے کافر کو امان، ضمانت یا ذمہ دیا جا سکتا ہے مگر مرتد ایسا کافر ہے کہ جس کے لیے کوئی ذمہ کی گنجائش نہیں ہے، اگر وہ توبہ نصوحہ نہیں کرتا تو اس کا حکم قتل ہے، جیسا کہ فرمانِ نبوی ﷺ ہے:

«مَنْ بَدَّلَ دِيْنَهُ فَاقْتُلُوْهُ»۔ [2]

''جس نے دین اسلام کو قبول کرنے کے بعد اس سے اعراض وانحراف کر لیا، اس کی سزا یہ ہے کہ اس کو قتل کر دو۔''

اس لیے مرتد کو امان اور ذمہ نہیں ملے گا۔

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الجهاد، باب تأمیر الامام الأمراء، 4619:139/5

[2] صحیح بخاری، کتاب الجهاد، باب لا یعذب بعذاب الله، 2854:1098/3

ذمی کو تکلیف دینے والے کے خلاف رسول اللہ ﷺ کا اعلان:

نبی کائنات جناب محمد رسول اللہ ﷺ نے ذمی کو تکلیف دینے والے، ان پر ظلم وزیادتی کرنے والے شخص کے خلاف بہت سخت فیصلہ سنایا ہے، جیسا کہ سنن ابی داود اور بیہقی وغیرہ میں نبی کریم ﷺ کا صحیح فرمان ہے، اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«اَلَا مَنْ ظَلَمَ مُعَاهِدًا اَوِ انْتَقَصَهُ اَوْ كَلَّفَهُ فَوْقَ طَاقَتِهِ اَوْ اَخَذَ شَيْئًا بِغَيْرِ طِيبِ نَفْسٍ مِنْهُ، اَنَا حَجِيجُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ»۔[1]

''خبردار! جس نے کسی معاہد اور ذمی پر ظلم وزیادتی کی یا اس کی تنقیص اور بے عزتی یا اس کو اس کی طاقت سے بڑھ کر تکلیف دی یا اس کی کوئی چیز اس سے سلب کی یعنی اس کے حق پر شب خون مارا، قیامت کے دن میں اس بدنصیب کے خلاف اللہ کے دربار میں بطورِ حجت اور دلیل پیش ہوں گا، یعنی اللہ تعالیٰ کی عدالت عالیہ میں، میں اس کے خلاف رٹ دائر کروں گا۔''

............*

[1] سنن أبي داود، كتاب الخراج، باب تعشير أهل الذمة، 3/136:3054

اس موضوع پر ضعیف روایات

مذکورہ بالا صفحات پر آپ جنت کی خوشبو سے بھی محروم ہونے والے لوگوں کا تذکرہ پڑھ چکے ہیں، جو صحیح احادیث کی روشنی میں اس وعید شدید کے مستحق ٹھہر چکے ہیں، اب ہم اختصار کے ساتھ اس موضوع پر جو ضعیف روایات ہیں ان کا تذکرہ کرنے لگے ہیں:

1......عبدالرحمان بن ابی عبیدہ المزنی بیان فرماتے ہیں:

«خمس حفظتهن من رسول اللهﷺ لا صفر ولا عدوىٰ ولا هام ولا يتم شهران ستين ليلة ومن خفر بذمة الله لم يرح رائحة الجنة»۔

''پانچ چیزیں میں نے رسول اللہ ﷺ سے یاد کی ہیں، صفر کا مہنہ منحوس نہیں ہے، نہ ہی کوئی بیماری متعدی ہوتی ہے، نہ ہی اُلو بدشگونی کی علامت ہے اور نہ ہی ساٹھ راتوں سے دو مہینے پورے ہوتے ہیں اور جس نے اللہ کے ذمے کو توڑ ڈالا، وہ جنت کی خوشبو بھی نہیں پا سکے گا۔''

* تُراح رائحة الجنة من مسيرة خمسمائة عام، ولا يجد ريحها منّان بعمله، ولا عاق، ولا مدمن خمر۔

''جنت کی خوشبو پانچ سو سال کی مسافت سے آنا شروع ہو جائے گی اور نیکی کر کے جتلانے والا جنت کی خوشبو نہیں پا سکے گا اور وہ آدمی جنت کی خوشبو کو محسوس نہیں کر سکے گا جو والدین کی نافرمانی کرتا ہے اور اسی طرح شرابی شخص بھی جنت کی خوشبو سے محروم ہو جائے گا۔''

یہ روایت سنداً ضعیف ہے اور امام ہیثمی فرماتے ہیں اس کی سند میں ربیع بن بدر راوی ہے جو متروک الحدیث ہے۔

معجم الأوسط للطبرانی، 4938:5/159۔ جامع الأحادیث للسیوطی: 45/11۔

مجمع الزوائد: 148/8 شیخ البانی رحمہ اللہ سلسلہ میں فرماتے ہیں: ضعیف جداً۔

* لا تقوم الساعة حتى يُجعل كتاب الله عاراً، ويكون الإسلام غريباً، وحتى تبدو الشحناء بين الناس، وحتى يُقبض العلم، ويتقارب الزمان، ويَنقُص عمر البشر، ويُنتقص السنونَ والثمراتُ، ويُؤمَنَ التُّهماء، ويُتهم الأُمَناء، ويُصدَّق الكاذب، ويُكذَّب الصادق، ويَكثُرَ الهَرَجُ، وهو القتل، وحتى تُبنى الغُرفُ فَتَطَّاول، وحتى يحزن ذوات لأولاد، وتفرح العواقر، ويظهر البغي والحسد والشُّح، ويَهلِك لناس، ويُتَّبع الهوي، ويُقضى بالظنِ۔

''اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی حتی کہ کتاب اللہ (یعنی قرآن) کو عار نہ بنا دیا جائے گا اور اسلام اجنبی نہ سمجھا جائے گا، لوگوں کے درمیان کینہ پروری عام ہوگی، علم قبض کر لیا جائے گا، یعنی اٹھا لیا جائے گا، وقت قریب ہو جائے گا، انسان کی عمر کم ہو جائے گی، سال اور پھلوں کی مقدار کم پڑ جائے گی، اتہام لگانے والوں کو امین اور امانت داروں کو متہم سمجھا جائے گا، سچے کو جھوٹا اور جھوٹے کو سچا نہ سمجھا جائے گا، قتل و غارت گری عام ہو جائے گی، لوگ بلند و بالا عمارتیں اور محل بنا کر فخر کریں گے، اولاد والی عورتیں غموں اور دکھوں کے گرداب میں پھنس چکی ہوں گی اور بھانج عورتیں خوشی کے شادیانے بجا رہی ہوں گی، زنا کاری، بدکاری، حسد، بغض اور کینہ عام ہو جائے گا، لوگ ہلاکت اور بربادی کے دھانے پر پہنچ چکے ہوں گے اور خواہشات کے دلدادہ

ہوں گے، ظنون اور اوہام کی بنیاد پر فیصلے کیے جائیں گے۔"

ویکثر المطر، ویَقِلَّ الثمر، ویَغِیضَ العلم غَیْضاً، ویَفیضَ الجهل فیضاً، وحتی یکون الولدُ غلیظاً، والشتاء قیظاً، وحتی یُجْهَرَ بالفحشاء، ویُروي الأرضُ ریّاً، ویقوم الخطباء بالکذب فیجعلون حقِّي لِشِرار أمتي،

بارشوں کی کثرت ہوگی، پھل کم ہو جائیں گے، علم ختم ہو جائے گا اور جہالت کا بول بالا ہوگا، اولادیں اپنے والدین کے ساتھ غیض وغضب والے معاملات کریں گی، فحاشی وعریانی کے بادل منڈلا رہے ہوں گے، زمین اپنے سینے کو سکیڑ لے گی، امت کے خطباء جھوٹ پر مبنی وعظ اور تقریریں کریں گے اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لوگ میرا حق میری امت کے شریر لوگوں کے سپرد کر دیں گے۔

فمن صدّقهم بذلك ورضي به، لم یَرَحْ رائحة الجنةِ

"جس نے ان لوگوں کی تصدیق کی اور ان کے ساتھ رضامندی والا معاملہ کیا وہ جنت کی خوشبو بھی نہیں پا سکے گا۔"

کنز العمال، 14/290: 38577۔ جمع الجوامع، 1/18458۔ امام ہیثمی فرماتے ہیں: اس روایت کی سند میں سلیمان بن احمد الواسطی ہے جو ضعیف ہے۔ سلسلة الاحادیث الضعیفة، 13/355: 6156

* یا معشر المسلمین! احذروا البغي؛ فإنه لیس من عقوبة أحضر من عقوبة بغي وصلوا أرحامکم؛ فإنه لیس من ثواب أعجل من صلة الرحم وإیاکم والیمین الفاجرة فانها تدع الدیار بلا فع من اهلها وایاکم وعقوق الوالدین فإن ریح الجنة توجد من مسیرة ألف عام، وما یجدها ریحها عاق، ولا قاطع رحم، ولا شیخ زان، ولا جار إزاره

خیلاء، إنما الکبریاء لرب العالمین۔

''اے مسلمانوں کی جماعت! بدکاری سے بچو، کیونکہ کسی گناہ کی سزا اس قدر جلدی دنیا میں نہیں ملتی جتنی جلدی انسان کو اس کی سزا ملتی ہے اور صلہ رحمی کرو، کیونکہ کوئی بھی نیک عمل ایسا نہیں جس کا اثر اور ثواب اتنی جلدی ملتا ہو جتنا صلہ رحمی کا اجر جلدی ملتا ہے اور جھوٹی قسم سے خاص طور پر بچو، کیونکہ .... اور خاص طور پر والدین کی نافرمانی سے بچو، کیونکہ جنت کی خوشبو ایک ہزار سال کی مسافت سے آنا شروع ہو جائے گی، لیکن والدین کا نافرمان، قطع رحمی کرنے والا اور بوڑھا زانی اور تکبر کرتے ہوئے اپنے ازار بند کو لٹکانے والا، کیونکہ کبریائی اور تکبر صرف اللہ کی صفت ہے، یہ تمام لوگ جنت کی خوشبو بھی نہیں پاسکیں گے۔''

سلسلة ضعيفه، 11/614:5369 ضعیف جداً۔ کنز العمال:22/138 اس کی سند میں محمد بن کثیر الکوفی ہیں جو ضعیف جداً ہے۔ طبرانی

* من أذی جاره من غیر حق حرم اللہ علیه ریح الجنة ومأواه النار۔

''جس نے اپنے پڑوسی اور ہمسائے کو تکلیف دی بغیر کسی حق اور وجہ کے اللہ تعالیٰ نے ایسے شخص پر جنت کی خوشبو حرام کر دی ہے اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔''

اتحاف الخیرۃ المھرۃ:2/294

* ریح الجنة یوجد من مسیرة خمسمائة عام ولا یجدها من طلب الدنیا بعمل الآخرة۔

''جنت کی خوشبو پانچ سو سال کی مسافت اور دوری سے آنا شروع ہو جائے گی، مگر وہ شخص جو آخرت کے عمل کے بدلہ میں دنیا کا طالب اور دنیا کو حاصل

کرنے والا ہو وہ جنت کی خوشبو بھی نہیں پا سکے گا۔''

یہ روایت بھی ضعیف ہے، سلسلہ ضعیفہ: 3651۔ صحیح و ضعیف الجامع: 261/3

* عن عبداللہ بن سلام رضي اللہ عنہ سمعت رسول اللہ ﷺ یقول من کان فی قلبہ مثقال حبۃ خردل کبر فحرام علیہ رائحۃ الجنۃ۔

''عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے، آپ فرما رہے تھے جس کے دل کے اندر رائی کے دانے کے برابر تکبر موجود ہے اس پر جنت کی خوشبو بھی حرام ہے۔''

تاریخ الکبیر: 120/1

* عن یزید بن أبی سفیان قال شیعنی أبوبکر الصدیق حین بعثنی إلی الشام فقال یا یزید إنك رجل تحب ذا قرابتك وإنی سمعت رسول اللہ ﷺ یقول من ولی ذا قرابتہ محاباۃ وھو یجد خیرا منہ لم یرح رائحۃ الجنۃ۔

''یزید بن ابی سفیان کہتے ہیں سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جب مجھے شام بھیجنے کے لیے رخصت کیا تو آپ مجھے نصیحت کرنے لگے کہ اے یزید تو قریبی رشتہ داروں کو زیادہ ترجیح دینے والا آدمی ہے اور میں نے رسول اللہ ﷺ کی زبان نبوت سے سنا ہے آپ فرما رہے تھے کہ جس نے اپنے قریبی کو صرف باہمی محبت کی بنیاد پر کسی عہدے پر فائز کیا، جب کہ اس سے بھی زیادہ بہتر اور اچھے لوگ وہاں موجود ہیں، یعنی جس نے اقرباء پروری کی بنیاد پر کسی کو عہدہ دیا وہ جنت کی خوشبو بھی نہیں پا سکے گا۔''

سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ للالبانی: 6652۔ ضعیف جداً، مسند أبی بکر

* ومن ظلم أجیراً أجرۃ حبط عملہ وحرم علیہ ریح الجنۃ وریحھا

یوجد من مسیرۃ خمس مائۃ عام۔

”جس نے کسی مزدور کی اجرت دینے میں اس پر ظلم کیا اس کے سارے اعمال تباہ و برباد ہو گئے اور اس پر جنت کی خوشبو بھی حرام ہو گئی ہے۔“

یہ روایت موضوع ہے۔ اتحاف الخیرۃ المھرۃ:2/214۔ موضوعات لابن الجوزی:3/181

............*

خوشبوئے جنت
سے محروم لوگ